یہ کتاب مندرجہ ذیل مقامات سے مل سکتی ہے۔

- ادارہ القائم رجسٹرڈ پوسٹ بکس نمبر ۹۹۴ لاہور
- ادارہ القائم رجسٹرڈ باٹا پور لاہور
- مکتبہ السبطین 9/296/E سٹلائیٹ ٹاؤن سرگودھا
- مکتبہ جعفریہ مرکزی امام بارگاہ بلاک نمبر ۴ سرگودھا
- زیدی بک ایجنسی موچی دروازہ لاہور
- مکتبہ کاظمیہ مخزن العلوم جعفریہ ملتان
- رحمت بک ایجنسی کھارادر کراچی
- محفوظ بک ایجنسی مارٹن روڈ کراچی

انتساب

طبع اوّل

سرمایہ ملّت جعفریہ

حجۃ الاسلام مولانا سیّد صفدر حسین نجفی کے نام

جن کی خدمت و معیّت میں گزرے ہوئے لمحے

میری زندگی کا حاصل ہیں اور جن کی فطری سادگی

ظاہر سے پاکیزہ باطن اور عمل زندگی سے متاثر ہو کر

اسلامیہ کالج لاہور کا طالب علم ۔ ایک زمیندار خاندان کا فرد

...... شہید حُبّنا اور روحِ دل لکھنے والا

شاعرِ آلِ عمرانؑ صفدر حسین ڈوگر

بن گیا

اُنہیں شاید یقین نہ آئے لیکن سوالات میں نے ہی کئے ہیں

؎ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

صفدر حسین ڈوگر

انتساب

طبع دوم

اپنے برادرِ روحانی اور حجۃ الاسلام مولانا سید صفدر حسین نجفی کے

پیارے بیٹے

سید محمد مہدی نقوی کے نام

جو حصول علم کے لئے حوزہ علمیہ قم گیا اور نجف آباد

میں ایک حادثے کی نذر ہو گیا

؎ شباب سیر کو آیا تھا سوگوار گیا

صفدر حسین ڈوگر

لوحِ دل

مولانا محمد حسین ڈھکو سے "ایک سو سوال"۔۔۔۔ آپ کی نذر ہے
بغیر کسی ملکی یا غیر ملکی امداد کے میں نے مولانا محمد حسین ڈھکو کے خلاف بہت
کچھ لکھا اپنے نام سے۔۔۔۔۔۔ دوستوں کے نام سے۔۔۔۔ الذاکر اور
القائم کے شماروں میں۔۔۔۔۔۔ بھرپور لکھا اور آج اس انٹرویو کا دیباچہ
لکھتے ہوئے بھی ان تحریروں کے لکھنے سے مجھے انکار نہیں ہے۔

- بہت سی نامور شخصیتوں کے عملی تضاد نے میری جستجو بڑھائی۔ دنیا
میں سب سے بڑا کام انسان میں جھانکنا ہے۔ حکیم عرب علی ابن ابی طالبؑ
نے کہا تھا کہ "جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔"
جب انسان اپنے آپ کو پہچان نہیں سکتا تو دوسرے کو کیا پہچانے گا۔
اور جب یہ عمل محمدؐ و آلِ محمدؐ تک لے جائے گا تو اس
کے اعصاب شل ہو جائیں گے۔

- کیا مولانا محمد حسین ڈھکو محمدؐ و آلِ محمدؐ
کی توہین کے مرتکب ہیں؟

- کیا ان کے ذہنی پس منظر میں واقعی محمدؐ و آلِ محمدؐ
کی تنقیص شامل ہے؟

- کیا وہ گوشت پوست کے انسانوں جیسے انسان نہیں کہ پوچھا

ہی نہ جائے کہ آپ کے دِل میں کیا ہے ؟

• فوٹو اسٹیٹ کا زمانہ ہے ۔ ریال ، تومان ، دینار ڈالر، روپیہ جس کاغذ پر جس کے نام ہو لکھا ہُوا مِل جاتا ہے۔ آیئے دیکھیں۔ مولانا کس کے لئے کیوں اور کیسے کام کر رہے ہیں ؟

• سی آئی اے، سے فری میسن تک۔ سعودیہ سے عراق تک کویت سے ایران تک ہر دستاویز گردش میں ہے تو آیئے کوئی ثبوت قوم کو دیں کہ مولانا محمّد حسین ڈھکو کس کے ایجنٹ ہیں ادارہ القائمؑ اس دستاویز کو شکریے کے ساتھ پیش کرے گا۔

• اس انٹرویو میں اس شخص کا ایک مکمل خاکہ ہے جس کے نام سے قوم کا ایک طبقہ " ڈھکو گروپ " کہلاتا ہے۔

• اس انٹرویو کے لئے ایک ذاکر ایک شاعر ایک صحافی نے جتنی محنت کی ہے اس سے میرا ضمیر مطمئن ہے۔ رائے قاری دیتے ہیں ، دوسری جلد بہت جلد ہی آئے گی ۔ آپ میری سوالنامے میں مدد کر کے قوم کو اس بحران سے نکال سکتے ہیں میری ذاتی رائے یقیناً میرے اپنے لئے ہے ۔ اور بات جب عقیدے کی ہو تو سلمانؑ و ابوذرؑ کے درمیان بھی تفاوت ہے لیکن وہ شاید اس لئے دست وگریبان نہ ہوئے ہوں کہ وہ جَو کی روٹی پہ قانع تھے ۔

● اس انٹرویو کے اصل محرک میرے محترم حجۃ الاسلام مولانا سید صفدر حسین نجفی ہیں۔

جب میں ۱۹۸۴ء میں زیارات پر گیا تو قم المقدسہ میں مولانا محمد حسین ڈھکو کے خلاف میری ایک تحریر گردش کر رہی تھی نجفی صاحب ناراض بھی ہوئے اور کہا کہ تم خود اس شخص سے مل کر اس کا انٹرویو لو تو قارئین یہ میری ایک سال کی کاوش ہے۔

● اس انٹرویو کے جوابات لکھے جائیں گے اگر نقاد حضرات اس سلسلے میں یہ اعزاز مجھے ہی بخشیں تو واقعی ایک سوالنامہ جو اس انٹرویو کا دوسرا رُخ ہے۔ میں اٹھائے ہوئے ہوں۔

شاعر آلِ عمران

صفدر حسین ڈوگر

سبھوال (قصور)

۱۲ر مارچ ۱۹۸۶ء

لوحِ دل

طبع دوم

مولانا محمد حسین ڈھکو سے "۱۵۰ سوال" آپ کی نذر ہیں۔ ۸۶ء میں "۱۰۰ سوال" پیش کیا تھا اس کی اتنی پذیرائی ہوئی کہ یہ کتاب چند ہفتوں میں ختم ہو گئی۔ اس سال کے دوران اس انٹرویو پہ تنقیدیں بھی کی گئیں۔ میں نے تمام تنقیدی خطوط اور تاثرات جو مجھے موصول ہوئے یا میں نے سنے انہیں سوالات کی شکل میں مولانا محمد حسین ڈھکو سے جوابات لئے وہ بھی قارئین کی نظر ہیں۔ مولانا محمد حسین ڈھکو کے انٹرویو کے دوسرے رُخ کے بارے میں سرائیکی شخصیتوں سے رابطہ قائم ہے۔ مولانا مرزا یوسف حسین لکھنوی اور مولانا اثیر جاڑوی کا انٹرویو لے چکا ہوں جو عنقریب آپ کی نذر ہوگا۔

۱۹۸۶ء ہی میں منتظر آرگنائزیشن کی طرف سے "خالصیت نامہ" کتاب شائع ہوئی۔

میں نے اس سے۔

ایک تفصیلی سوالنامہ مرتب کر کے مولانا محمد حسین ڈھکو کو بھیجا جس کا جواب انہوں نے ارسال کر دیا۔ تو اس طرح سوالات زیادہ ہو گئے اور اس کتاب

میں چند سالوں سے علماء کرام زعمائے ملت کے انٹرویز قوم کی نذر کر رہا ہوں۔ میں نے بڑی بڑی شخصیتوں کے خول اُترتے دیکھے ہیں۔ چہرے پہ چہرے دیکھے ہیں مگر میں نے جو سنا وہ ٹیپ کر کے شائع کر دیا۔

میں العقائم کے حوالے سے شائع ہونے والی ہر سطر کا ذمہ دار ہوں میں شخصیتوں کے خیالات و افکار کا مفہوم نہیں لکھتا۔ حرف بہ حرف من و عن عبارت شائع کرتا ہوں میں نے کبھی اِن کے خیالات کی نوک پلک درست کرنے کی جرأت نہیں کی۔

" مولانا محمد حسین ڈھکو سے ۱۵۰ سوال " آپ کی نذر ہیں آپ اس انٹرویو میں یہ محسوس کریں گے کہ یہ سوال صفدر ڈوگر نہیں کر رہا آپ خود کر رہے ہیں۔

گزشتہ سال کی طرح امسال بھی اس انٹرویو کا نتیجہ آپ پر چھوڑتا ہوں میں ایک شاعر ہوں مجھے فرزدق۔ حماد۔ دعبل سے ورثے میں ملنے والی شعاعیں یہاں تک لے آئی ہیں کہ فقیہوں کی محفل میں بول اُٹھا ہوں۔

میرے اندر کا انسان کئی بار چیخ چیخ کر ٹوٹا اور بکھرا ہے میں لوحِ دل لکھ کر اس شخص کو سمیٹتا ہوں مولانا محمد حسین ڈھکو سے جتنے سوال میں کئے ہیں وہ میرے اپنے مطالعے مشاہدے کا نتیجہ ہیں اور ایک چیز پہ نازاں ہوں کہ ان سوالات کو میں سمجھتا ہوں کہ میں نے کیا پوچھا ہے؟

آپ اس مطالعے کے بعد اپنی رائے سے نوازیں۔ آپ کا

تاثر جو لہجہ اختیار کرے گا مجھے وہ قبول ہوگا۔

دوسرا ایڈیشن شائع ہونے کے بعد بھی میری رائے محفوظ ہے۔

اس انٹرویو کو پڑھنے کے بعد اگر آپ کا ذوق اجازت دے تو مولانا مرزا یوسف حسین لکھنوی کا انٹرویو اس کا دوسرا رُخ ہے کا ضرور مطالعہ فرمائیں آپ خود محسوس کر لیں گے کہ اصل اختلاف کیا ہے؟ جو نتیجہ آپ نکالیں اگر وہ "القائم" کو ارسال کر دیں تو ہم شکریہ کے ساتھ شائع کریں گے۔

شاعر آل عمران

صفدر حسین ڈوگر

ہجوال ضلع قصور

۱۲، مارچ ۱۹۸۷ء

وضاحت

اس انٹرویو کے سوالات کی ترتیب۔ پہلے
ایڈیشن سے مختلف ہے۔

قارئین کی سہولت کیلئے ایک موضوع اور ایک
عنوان کے تحت کئے گئے سوالات کو یکجا کیا گیا ہے۔

(اور ہم نے تحریر نہیں ترتیب بدلی ہے۔)

یہ وضاحت صرف "سوائے" سے
بات کرنیوالوں کے لئے لکھی گئی
ہے

"ادارہ"

س: آپ کا نام

ج: میرا نام محمد حسین ہے

س: آپ کے والد کا نام ؟

ج: رانا تاج الدین مرحوم

س: آپ کی ولادت کب اور کہاں کی ہے ؟

ج: تقریباً ۱۹۲۳ء میں بمقام جہانیاں شاہ ضلع سرگودھا

س: آپ نے ابتدائی تعلیم کہاں اور کن اساتذہ سے حاصل کی ؟

ج: ابتدائی تعلیم میں نے ثانوی حد تک تو حکومت ہی کے سکولوں سے حاصل کی اس کے بعد میں نے عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دینی مدرسوں سے رجوع کیا۔ جلالپور ننگیانہ ضلع سرگودھا میں حسین بخش صاحب قبلہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد بدھو رجبانہ ضلع جھنگ میں استاد العلماء قبلہ مولانا محمد باقر اعلی اللہ مقامہ سے تعلیم حاصل کرتا رہا اس کے بعد استاد العلماء قبلہ مولانا محمد یار شاہ صاحب سے تعلیم حاصل کرتا رہا۔ بعد ازاں مولوی فاضل کا امتحان امتیازی حیثیت میں پاس کرنے کے بعد تکمیل علوم و فنون کے لئے نجف اشرف چلا گیا۔

س: آپ نجف اشرف کب گئے اور کتنا عرصہ وہاں رہے اور کن کن اساتذہ سے تعلیم پائی ؟

ج: میں ۱۹۵۴ء میں نجف اشرف گیا اور ۱۹۶۰ء میں وہاں سے واپس پاکستان آیا۔ چھ سال تک علوم اسلامیہ کی تکمیل میں مشغول رہا۔ اس دوران میں درس سطحیات (یعنی کفایہ۔ مکاسب اور رسائل) حاصل کیا۔ اس کے بعد درسِ خارج میں شریک ہوا۔ جن اساتذہ سے میں نے کسب فیض کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

آیت اللہ آغا سید محمود شہرودی۔ آغا مرزا محمد باقر زنجانی۔ آقا ابوالقاسم الخوئی۔

آقائے سید جواد تبریزی ۔ سرکار آیت اللہ محسن الحکیم اعلیٰ اللہ مقامہٗ

س: آپ کس کے مقلد ہیں۔

ج: جب میں نجف گیا تو آقای محسن الحکیم کی تقلید میں تھا اور جب وہاں سے فارغ ہو کر آیا تو چونکہ وہاں کے اساتذہ نے مجھے اجازہ اجتہاد دے دیا تھا۔ اب میں کسی مجتہد کی تقلید نہیں کرتا بلکہ میں اپنی ناچیز تحقیق کے مطابق اپنے اعمال و عبادات قرآن اور سرکار محمدؐ و آل محمدؐ کے فرمان سے استنباط کر کے بجالاتا ہوں والحمدللہ۔

س: آپ اپنی زندگی میں سب سے زیادہ کس شخصیت سے متاثر ہیں؟

ج: جہاں تک زہد و تقویٰ کا تعلق ہے میں سب سے زیادہ قدوۃ السالکین سرکار پیر فضل شاہ صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ المعروف بہ پیر سید فضل شاہ کرڑ والے۔ جو بعد میں ۲۱ چک سرگودھا تشریف لے آئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا) سے متاثر ہوں۔

س: کیا ان کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی تھی؟

ج: جی ہاں۔ مجھے ان کی نمازِ جنازہ پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ مجھ پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔

س: عصرِ حاضر میں آپ کس عالم سے متاثر ہیں؟

ج: قطع نظر علمائے عراق و ایران کے کیونکہ وہاں تو ایک سے ایک بڑھ کر ہے پاک و ہند کے علماء کرام میں سے میں اپنے استاد محترم حضرت مولانا سید محمد باقر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ کے بعد سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب قبلہ لکھنوی کے علم و فضل سے متاثر ہوں۔

س: اپنی زندگی کا کوئی ایسا قومی کارنامہ جس پر آپ فخر کر سکتے ہوں؟

ج: نہیں! میں اپنی زندگی میں کوئی ایسا کارنامہ نہیں پاتا جس پر میں فخر کر سکوں۔ ہو سکتا ہے کہ لوگ محسوس کرتے ہوں کہ میں نے کوئی قابل قدر تدریسی، تبلیغی اور تصنیفی کام کیا ہے لیکن میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر میرا خالق و مالک کوئی کام قبول کر لے تو مجھے اس کا شکر ادا

کرنا چاہیئے لہذا میرے نزدیک میرا کوئی قابل فخر کارنامہ نہیں ہے البتہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ میں نے کبھی قومی مفاد سے غداری نہیں کی اور نہ کبھی اپنے ضمیر کے خلاف کوئی اقدام اور کام کیا ہے اگر یہ کوئی قابل فخر کارنامہ ہے تو پھر مجھے اس پر فخر ہے۔ والحمدللہ۔

س:۔ مفتی جعفر حسین کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج:۔ سرکار مفتی جعفر حسین قبلہ کے بارے میں میری رائے بہت اچھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا مقام اس سے بلند تر ہے کہ میں ان کے متعلق کسی رائے کا اظہار کروں۔ مفتی صاحب قبلہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ جو اس دور میں بہت کم شخصیتوں میں پائی جاتی ہیں وہ عالم باعمل تھے۔ باکردار تھے۔ سادہ منش تھے اور مخلص تھے اور نہ بکنے والے اور نہ جھکنے والے قائد تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت فردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ انہ قریب مجیب۔

س:۔ کیا آپ ایک قومی مرکز کے حق میں ہیں؟

ج:۔ یقیناً اور کوئی بھی باشعور آدمی اس کی افادیت واہمیت سے انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ

ع قوموں کے لئے موت ہے مرکز سے جدائی

س:۔ قوم کا مرکز کہاں ہونا چاہیئے؟

ج:۔ میرے خیال میں قومی مرکز کو ملک کے مرکزی دارالحکومت اسلام آباد میں ہونا چاہیئے۔ یا کم از کم صوبائی دارالحکومت لاہور میں ہو جہاں وسائل بھی ہیں اور ذرائع ابلاغ بھی یا پھر جہاں قائد موجود ہو۔

س:۔ آپ نے اب تک کون سی کتابیں لکھی ہیں؟

ج:۔ جہاں تک کتابوں کا تعلق ہے اللہ کا شکر ہے کہ جب میں نجف اشرف میں پڑھتا تھا اسی وقت سے مجھے یہ شوق دامنگیر تھا۔ بعض کتابوں کے میں نے تراجم کئے۔ اور بعض کتب

تصنیف وتالیف کیں۔ جہاں تک تراجم کا تعلق ہے میں نے مفاتیح الجنان کا ترجمہ کیا تھا لیکن میرا ترجمہ ہنوز مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ لاہور سے مولانا اختر عباس صاحب کی ترجمہ شدہ کتاب مفاتیح الجنان شائع ہوگئی۔ میں نے علامہ محدث نوری کی کتاب لؤلؤ والمرجان کا نجف اشرف کے قیام کے دوران ترجمہ کیا تھا۔ لیکن میں ابھی نجف میں تھا کہ سرگودھا سے اس کا ترجمہ شائع ہوگیا۔ میں نے اس کو بھی رکھ دیا۔ اسی طرح میں نے رسالہ منیۃ المرید کا پاکستان آکر ترجمہ کیا ابھی اس کا کچھ حصہ باقی تھا کہ اس کا ترجمہ لاہور سے شائع ہوگیا میں نے وہ کتاب بھی رکھ دی۔ الغرض مجھے ترجمہ راس نہیں آیا۔ اور نجف اشرف قیام کے دوران دو مستقل کتابیں لکھیں ایک مسئلہ خلافت وامامت پر جس کا نام اثبات الامامت ہے اس کتاب پر ایران وعراق کے علماء کی تقریظیں موجود ہیں اور پاکستان کے مشہور علماء نے بھی تقریظیں لکھی ہیں یہ کتاب دوبار حدیث شائع ہوکر ختم ہوچکی ہے دوسری کتاب ہے "تحقیقات الفریقین فی الحدیث الثقلین" وہ کتاب ابھی تک بعض وجوہ کی بناء پر منصئہ شہود پر نہیں آسکی لیکن لکھی ہوئی موجود ہے اس کے بعد جب میں نجف اشرف سے پاکستان آیا تو کوئی پندرہ بیس چھوٹی بڑی کتابیں لکھی ہیں جن میں میرا رسالہ اصلاح المجالس والمحافل ہے۔ احسن الفوائد فی شرح العقائد ہے۔ اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ ہے۔ سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین ہے۔ تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت۔ اعتقادات امامیہ در ترجمہ رسالہ لیلیہ۔ نماز جمعہ اور اسلام۔ تنزیہ الامامیہ۔ حرمت غنا اور اسلام اور فقہ پر ایک جامع کتاب دو جلدوں میں بنام قوانین۔ الشریعہ فی فقہ الجعفریہ لکھی گئی ہے۔ نیز کئی کتابیں زیرِ قلم ہیں۔

س: آپ کے نقادوں کا کہنا ہے کہ آپ نے پاکستان میں وہابیت کا پرچار کیا ہے اس کی وضاحت کردیں؟

ج: محترم آج چونکہ الٹی گنگا بہتی ہے ورنہ وہابیت اور تشیع یہ دو ضدیں ہیں جو آپس

میں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ آج کل کہا جاتا ہے کہ فلاں غالی شیعہ ہے اور فلاں وہابی شیعہ حالانکہ اگر کوئی شخص شیعہ ہے تو وہ غالی نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی وہابی ہے تو وہ شیعہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ غلو اور تشیع آپس میں دو متضاد چیزیں ہیں جس طرح شیعیت اور وہابیت باہم متضاد ہیں عیار لوگوں کا وطیرہ ہے کہ اگر کسی کو بدنام کرنا ہو تو اسے ایسے برے لفظوں سے یاد کرتے ہیں کہ لوگوں کے دل اس سے متنفر ہو جاتے ہیں مقام شکر ہے کہ میں نے اپنی کتابوں میں وہی نظریات پیش کئے ہیں جو ابتدائے اسلام سے لے کر اس پندرھویں صدی کے آغاز تک قرآن میں ہیں۔ اور محمدؐ و آل محمدؐ کے فرمان میں ہیں۔ چودہ سو سال کے شیعہ علماء اعلام کی تصنیفات و تالیفات اور ان کے کلام میں ہیں الحمد للہ میری کتابوں میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جسے وہابیت سے منسوب کیا جا سکے اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اصلی مذہب محمدؐ و آل محمدؐ سے ناواقف ہے یہی وجہ ہے کہ کبھی وہابیوں نے میری کتابیں اپنی تائید میں پیش نہیں کیں۔

س: آپ کی کتب میں نوع معصوم اور دیگر ایسے نازک مسائل پر جو بحثیں ہیں اس سے شیعہ قوم کو کیا فائدہ پہنچا ہے؟

ج: میرے محترم! شیعہ عوام کو فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے کم از کم حق و حقیقت کا اظہار تو یقیناً ہو گیا ہے نوع معصوم کے بارے میں نے اپنی کتاب اصول الشریعہ میں دعویٰ کیا تھا اور الحمد للہ! اب تک میرا یہ دعویٰ ناقابل رد اور اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ یہ کہنا کہ سرکار محمدؐ و آل محمدؐ انسانی نوع سے تعلق نہیں رکھتے یعنی ان کی نوع انسانوں سے ماوراء ہے اس نظریہ کا بانی شیخ احمد احسائی ہے اس سے پہلے کسی بھی شیعہ عالم کی کسی کتاب میں اس نظریہ کا نام و نشان تک نہیں ہے شیخ احمد احسائی پہلا انسان ہے جس نے یہ نظریہ قائم کیا کہ اگرچہ بظاہر محمدؐ و آل محمدؐ بنی آدم میں شامل ہیں لیکن حقیقت میں یہ بنی آدم نہیں بلکہ یہ مافوق الانسان مخلوق ہیں اور پھر اس کے بعد اس کے چیلوں چانٹوں نے اس کے

فلاسفہ اور حواریوں نے اس بات کو اور ہوادی اور عوام میں پھیلایا عام طور پر اس نوع
کے مسئلے میں وہ لوگ پڑتے ہیں جن کو یہ بھی علم نہیں کہ نوع کا حقیقی مفہوم کیا ہے ؟ یہ
خالص منطقی بحث ہے کہ جنس کیا ہوتی ہے ؟ اور نوع کیا ہوتی ہے ؟ نیز عام انسانوں
کو یہ بھی غلط فہمی ہے کہ اگر اہل بیتؑ کو انسان کہدیں گے تو پھر وہ اور ہم برابر ہو جائیں گے
حالانکہ یہ بنیادی غلطی ہے دنیا میں جتنے انواع موجود ہیں ہر نوع میں فاضل و مفضول راجح
و مرجوح اور افضل و غیر افضل کا سلسلہ موجود ہے میں نے اپنی کتب میں تو تفصیلاً
بڑے دلائل پیش کیے ہیں مگر اجمالاً میں یہ کہتا ہوں کہ سارے فلاسفۂ یونان، حکمائے
اسلام اور علمائے اعلام کا اتفاق ہے کہ خالق کائنات نے جس قدر بھی انواع و
اجناس پیدا کیے ہیں ان سارے انواعِ عالم میں سے اشرف ترین اگر کوئی نوع ہے تو وہ
نوع انسانی ہے۔ میں نے اپنی کتب اصول الشریعہ اور احسن الفوائد میں بالوضاحت
لکھا ہے اور قولِ معصوم سے ثابت کیا ہے کہ یہ فرشتے ان کے خادم ہیں بلکہ ان کے
صحیح محبوں کے بھی خادم ہیں۔ اور علامہ سید مہدی نے اپنی کتاب ہدی المنصفین میں
ثابت کیا ہے کہ ایک عام مومن کامل کا مقام فرشتوں سے بلند ہے خالق بھی قرآن میں
ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے عظمت اور بزرگی کا تاج بنی آدم کے سر پہ رکھ دیا تو اس
افضل ترین نوع کے اگر کوئی افضل ترین افراد ہیں تو وہ انبیاء و مرسلین ہیں بالخصوص
محمدؐ و آل محمدؐ۔ میں نے لکھا ہے کہ ہمارے اور ان کے مراتب میں اتنا فرق ہے کہ کوئی نسبت
ہی قائم نہیں کی جاسکتی ہم خاک ہیں وہ اکسیر ہم جاہل ہیں وہ عالم۔ ہم ذرہ ہیں وہ
آفتاب۔ الغرض ہمارے اور ان کے درمیان کوئی نسبت ہی قائم نہیں کی جاسکتی۔
لیکن پھر بھی وہ ہیں انسان بلکہ قول معصوم ہے کہ حقیقی انسان تو ہیں ہی ہم محمدؐ و آل محمدؐ
ہمارے محب دار ہم سے کچھ مشابہت رکھتے ہیں اور لوگ تو انسان کہلانے کے حق دار ہی
نہیں ہیں۔

س: آپ کے نقادوں کا کہنا ہے کہ آپ نے اپنی تحریروں میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے فضائل کو گھٹانے کی کوشش کی ہے جیسے اصول الشریعہ میں معصومینؑ کے ساتھ ایک مچھر کی مثال پیش کی ہے؟

ج: معاذ اللہ! میری کتاب اصول الشریعہ کا نام تو بہت سے لوگوں نے سن رکھا ہے لیکن اس کو دیکھنے اور پڑھنے کی کم لوگوں کو توفیق ہوئی ہے۔ اس کتاب میں میں نے ایک نہیں کئی مقامات پہ لکھا ہے کہ سرکار محمدؐ و آلِ محمدؐ کی تنقیص تو بجائے خود ان کی کسی ایک مسلمہ فضیلت کا انکار کرنا بھی میرے نزدیک صرف بے ایمانی نہیں بلکہ باعث خروج از اسلام ہے۔ یعنی ایسے آدمی کو میں مسلمان ماننے کے لئے تیار نہیں۔ جو سرکار محمدؐ و آلِ محمدؐ کے فضائل میں سے ایک فضیلت کا بھی انکار کرتا ہو لیکن شرط یہ ہے کہ وہ فضیلت قرآن یا خود محمدؐ و آلِ محمدؐ کے مستند فرمان سے ثابت ہو اپنی دماغی اختراع نہ ہو کیونکہ خود ساختہ ذہنی خیال کو اہلِ بیتؑ کی فضیلت سمجھنا اور اس کے انکار کرنے والے کو مقصر یا منکر یا آلِ محمدؐ کی توہین کا مرتکب قرار دینا یہ کوتاہ اندیشی ہے اور اصل میں ایسا کہنے والوں کی کم ظرفی و بے مائگی کی دلیل ہے ورنہ میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کی توہین تصور بھی نہیں کر سکتا۔ (العیاذ باللہ!)

باقی رہ گئی مچھر والی مثال کی بات۔ تو بات صرف اتنی سی تھی کہ احسن الفوائد طبع اول کے صفحہ ۵۹۳ پہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے میں نے لکھا تھا (وہ سوال یہ تھا کہ جب خلق و رزق وغیرہ کا کام فرشتے انجام دے سکتے ہیں تو اہل بیتؑ تو مخدوم ملائک ہیں وہ یہ کام کیوں انجام نہیں دے سکتے؟) اس کے میں نے چند جوابات لکھے تھے ان میں سے ایک جواب دیا تھا کہ اہل بیت تو اشرف الخلائق ہیں ان کی تو بات ہی کیا۔ لیکن یہ خلق و رزق تو اتنے معمولی کام ہیں کہ اگر خدا چاہے تو ایک مچھر سے بھی کام انجام دلوا سکتا ہے لہذا کسی کام کا انجام دے سکنا اور بات ہے اور اس کو بطور وظیفہ اور فرض منصبی سمجھ کر انجام

دینا اور بات ہے اس میں نہ یہ کہا گیا تھا کہ معاذ اللہ اہل بیت محمدؐ کی طرح ہیں نہ یہ کہا گیا تھا کہ محمدؐ اہل بیت کی طرح۔ نہ یہ کہا گیا تھا کہ اہل بیت صاحب اختیار نہیں ہیں نہ یہ کہا تھا کہ محمدؐ صاحب اختیار ہے بلکہ صرف خالق ذوالجلال کی قدرت کاملہ کا اظہار مقصود تھا۔ اور سرکار محمدؐ وآل محمدؐ کے بطور فرض منصبی اور وظیفہ محجہ کے ان کاموں کو انجام دینے کی نفی کی گئی تھی جو کہ قرآن اور انہی کے فرمان سے ثابت ہے کہ خالق نے یہ کام ان کے حوالے نہیں کیے کہ پیدا ہونے والے کو وہ پیدا کریں اور جو پیدا شدہ ہیں ان کو روزی وہ دیں اور مرنے والوں کو موت کا ذائقہ وہ چکھائیں اس کو شریعت میں "تفویض" کہتے ہیں اور تفویض کا قائل مشرک ہے جس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ومن یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ

س:۔ امور تکوینی کے بارے میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟

ج:۔ میں نے اپنی کتابوں میں خصوصاً احسن الفوائد اور اصول الشریعہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اس کائنات میں دو نظام چل رہے ہیں ایک ہے نظام شریعت اور دوسرا نظام تکوین جسے نظام کون و فساد بھی کہا جاتا ہے نظام شریعت سے مراد احکام شریعت اور ان کا نفاذ ہے کہ یہ واجب ہے یہ حرام ہے یہ مکروہ ہے یہ مباح ہے اور نظام تکوین سے مراد ہے نظام کون و فساد یعنی کوئی مرتا ہے کوئی جیتا ہے کوئی پیدا ہو رہا ہے کوئی موت کا ذائقہ چکھ رہا ہے کوئی امیر بن رہا ہے کوئی غریب بن رہا ہے تو جہاں تک نظام شریعت کا تعلق ہے سرکار محمدؐ وآل محمدؐ اس محکمے کے سربراہ اور سردار ہیں ہم نے انہیں سے سمجھا ہے کہ حلال خداوندی کیا ہے اور حرام خداوندی کیا ہے۔ جائز کیا ہے؟ اور ناجائز کیا ہے؟ اور جہاں تک نظام تکوین کا تعلق ہے اس میں سرکار محمدؐ وآل محمدؐ خالق اور اس کی عام مخلوق کے درمیان وسیلہ ہیں یعنی خداوند عالم جو کچھ کرتا ہے ان کے صدقے میں کرتا ہے ان کے طفیل میں کرتا ہے جیسا کہ مشہور حدیث قدسی میں وارد ہے

کہ میرا حبیب اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

اور کئی احادیث معصومین میں وارد ہے کہ اگر خداوند عالم ہمیں پیدا نہ کرتا تو نہ آسمان بناتا نہ زمین نہ آدم کو پیدا کرتا نہ حوا کو نہ جنت کو خلق کرتا نہ جہنم کو الغرض خالق نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس سلسلہ میں وہ وسیلہ ہیں اُن کے وسیلہ سے زندوں کو زندگی مل رہی ہے اور ان کو رزق مل رہا ہے اور موت و حیات کا سلسلہ قائم و دائم ہے مگر ان کا مطلب یہ نہیں کہ خلق یہ کرتے ہیں رزق یہ دیتے ہیں کرتا سب کچھ خدا ہے مگر اس کا وجود چونکہ مقصود بالذات ہے اور باقی کائنات کا وجود بالطبع یا بالعرض اور طفیلی ہے۔ لہذا ان کے صدقے میں سب کچھ ہو رہا ہے جیسا کہ دعائے عدیلہ میں ہے کہ قائم آل محمدؐ کی برکت سے زمین و آسمان اپنے مرکز و محور پہ قائم ہیں اور ان کی برکت سے دنیا والوں کو رزق مل رہا ہے۔

ولنعم ما قیل ۔ قدم سے مہدیؑ دیں کے زمیں قائم ہے پانی پر
قرار کشتیٔ دنیا ہے لنگر ایسے ہوتے ہیں۔

س: عزاداری سیدالشہداءؑ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: عزاداری سید الشہداءؑ کے بارے میں میں نے تجلیات صداقت میں تفصیلاً لکھا ہے کہ جتنے مراسم عزاداری ہیں جیسے ذوالجناح، تعزیہ، ماتم، علم مبارک یہ سب جائز ہیں اور جواز کے دلائل بھی میں نے کتب اہل سنت سے دیئے ہیں اور اس انداز سے دیئے ہیں کہ مخالف بھی ان کا کوئی جواب نہیں پیش کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں بلکہ چکوال کے مولوی قاضی مظہر نے ایک رسالے میں میرے متعلق بار بار یہ لکھا ہے کہ "شیعوں کے ماتمی مجتہد" نے لکھا ہے اور یہ کہا ہے، یعنی وہ مجھے ماتمی مجتہد لکھتے ہیں مگر انہوں کو میرے عزادار ہونے میں شبہ ہے۔ میں نے اصول الشریعہ کے نانویں باب میں ثابت کیا ہے کہ عزاداری سید الشہداء ہماری حیات ملی کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے اگر ہمارے مذہب سے خدانخواستہ عزاداری سید الشہداء ختم ہو جائے تو ہماری حیات ملی

ختم ہو جائے گی میں نے اپنے رسالے اصلاح المجالس میں تفصیلاً لکھا ہے (جس کو بلاسبب مجھے ہدف تنقید بنا لیا گیا ہے۔) اور ثابت کیا ہے کہ چودہ سو سال کے ناملائم اور ناسا عد حالات میں بنی اُمیہ اور بنی عباس جیسے ادوار میں سے گزر کر اگر ہمارا مذہب سلامت ہم تک پہنچا ہے تو اس میں سیدالشہداء کی عزاداری کا بہت دخل عمل ہے لہذا میں پوری دیانتداری و ذمہ داری کے ساتھ صحیح عزاداری کو اپنے مذہب و ملت کے لئے شہ رگ حیات سمجھتا ہوں اور اس کے اقامہ کو دین کی بقاء اور اس کے حقائق و معارف کی نشر و اشاعت کا بہترین ذریعہ جانتا ہوں بشرطیکہ اسے صحیح طریقہ پر قائم کیا جائے (اس کی تفصیل میرے رسالہ اصلاح المجالس میں مذکور ہے)

س:۔ نیاز حضرت سیدالشہداءؑ اور حاضری حضرت ابوالفضل عباسؑ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ج:۔ ان دونوں کے بارے میں میں نے اپنی کتاب اصول الشریعہ میں تفصیلاً لکھا ہے کہ دونوں جائز ہیں البتہ میں نے اس کی وضاحت کی ہے کہ نذر چونکہ فقہائے امامیہ کے نزدیک بغیر اللہ کے نام کے نہیں ہو سکتی اِدھر ہم نذر و حاضری کے بھی قائل ہیں تو فقہی مسئلہ کو مجروح نہ کرتے ہوئے میرا نظریہ یہ ہے کہ اس کا طریقہ کار یہ ہونا چاہیئے کہ منت اس طرح مانی جائے کہ اگر خداوند عالم بطفیل حضرت امام حسین علیہ السلام میرا فلاں کام کر دے تو میں مجلس پڑھاؤں گا یا خیرات تقسیم کروں گا یا فلاں کار خیر کروں گا اور اس کا ثواب (مجلس ہو یا نیاز) ہدیۂ سیدالشہداء کروں گا اور حاضری ہو تو اس کی نیت یہ کرے کہ میرا اگر فلاں کام حضرت ابوالفضل العباسؑ کے صدقہ میں کر دے تو میں خدا کے لئے فلاں نیک کام کروں گا اور اس کا ثواب ہدیۂ حضرت ابوالفضل العباس کروں گا اس طرح ہمارے مذہبی نظریات و عقائد کو فقہی تحفظ حاصل ہو جائے گا۔۔۔

واللہ العالم۔

س : خاکِ شفا پر سجدہ کرنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ج : میں نے اپنی کتاب قوانین الشریعہ میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ دوسری چیزوں کی نسبت عام خاک پر سجدہ کرنا افضل ہے اور بالخصوص خاکِ کربلا پر سجدہ کرنا تو سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ شیعہ تربتِ سید الشہداءؑ کو سجدہ کرتے ہیں تو اس کا میں نے جواب یہ دیا کہ ہم خاکِ شفا پر سجدہ کرتے ہیں خاکِ شفا کو سجدہ نہیں کرتے جس طرح ہم خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کرتے ہیں خانۂ کعبہ کو سجدہ نہیں کرتے۔

س : خطبۃ البیان کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتے ہیں۔

ج : خطبۃ البیان کوکب دری نامی کتاب جس کا مصنف سُنّی ملّا صالح کشفی الحنفی الصوفی ہے اور اس کا ترجمہ مولوی شریف حسین بھریلوی نے کیا ہے اور مکتبہ البرہان لدھیانہ سے شائع کی گئی ہے اس میں یہ درج ہے میں نے اپنی کتاب احسن الفوائد اور اصول الشریعہ میں قطعی دلائل دے کر ثابت کیا ہے کہ خطبہ قطعاً حضرت امیر المومنینؑ کا نہیں ہے۔

علمائے اعلام جن میں سرکار علامہ مجلسی سرفہرست ہیں علامہ محقق قمی علامہ ابوالحسن تنکابنی علامہ سید حامد حسین قبلہ لکھنوی وغیرہم کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ اس خطبے کا ہماری کتابوں میں کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ علامہ مجلسی جیسے عالم نے بحار الانوار کی ساتویں جلد میں صفحہ ۲۱۳ پر لکھا ہے کہ یہ خطبہ بیانیہ ہو یا اس کے ملتے جلتے دیگر خطبے ہوں یہ خطبے صرف غالیوں کی کتابوں میں پائے گئے ہیں یعنی وہ لوگ جو حضرت علیؑ کو خدا سمجھتے ہیں یا خدائی صفات کا حامل سمجھتے ہیں۔ مولائے کائنات کے خطبوں کا بے مثال مجموعہ نہج البلاغہ ہے اس کی تین جلدوں میں اس کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ پھر ہمارے نجف اشرف کے ایک عالم ماضی قریب میں گزرے ہیں۔ علامہ الشیخ ہادی کاشف الغطاء۔ انہوں نے مستدرک نہج البلاغہ لکھی ہے۔ اس کی بھی تین جلدیں ہیں نجف

اشرف میں چھپ چکی ہے ۔ اس مستدرک میں جو خطبے علامہ رضی سے رہ گئے تھے اس
میں انہیں اسی ترتیب سے مرتب کیا گیا ہے اس میں خطبہ بیانیہ کا کہیں نام و نشان
نہیں ہے بلکہ علامہ سید حامد حسین لکھنوی (جو علامہ سید ناصر الملت کے والد ماجد ہیں)
نے اپنی کتاب استقصاء الافحام جو ملائے حیدر آبادی کی کتاب منتہی الکلام کے جواب
میں لکھی تھی اور جہاں حیدر آبادی نے خطبۂ البیانیہ کے حوالے سے کہا تھا کہ شیعان علیؑ
کی توحید غلط ہے یہ مشرک ہیں کیونکہ ان کا خالق بھی علیؑ ہے اور رازق بھی علیؑ۔ تو علامہ
سید حامد حسین قبلہ نے ثابت کیا ہے کہ یہ خطبہ ہمارا نہیں ہے اور مولا علیؑ کا یہ فرمان نہیں ہے
بلکہ ایک دشمن آل محمدؐ خواجہ محمد رید انے اس خیال سے اُسے گھڑا تھا کہ ظاہر بین آلِ محمدؐ
کے موالی جو بظاہر اس غالیانہ مدح و ثنا کو دیکھیں گے تو وہ اس پر عقیدہ رکھ لیں گے ۔
اور ناجیوں کو اس خطبے کے غلط مطالب ماننے کی وجہ سے ان کو مشرک کہہ کر قتل کرنے
کا جواز مل جائے گا۔ صرف علامہ رضی کا کیا ذکر ہمارے جتنے بھی علماء اعلام گزرے
ہیں سب نے اس کی نفی کی ہے اس خطبے کے کچھ جملے کتاب مشارق الانوار برسی میں
ملتے ہیں علامہ مجلسی جیسے محقق عالم نے برسی کو ضعفاء میں شمار کیا ہے اور اس کی روایات
کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے ۔ (ملاحظہ ہو مقدمۂ بحار ۔ ورسالہ ذلیلیہ) بنابریں حقائق بلا
خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ یہ نام نہاد خطبہ بالکل وضعی اور بے بنیاد ہے اور غالیوں
کی ایجاد ہے ۔

س :۔ آپ نے اپنی کتاب اصول الشریعہ میں ایک انگریز مورخ کا حوالہ دیا ہے کیا آپ
اپنے موقف کی مضبوطی کے لئے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا کوئی فرمان پیش نہیں کر سکتے ؟

ج :۔ میں نے انگریز کا جو قول نقل کیا ہے وہ عقیدہ کے سلسلے میں نہیں نہ میرے نظریات
کی اس پر بنیاد قائم ہے بلکہ ایک دانشورانہ قول تھا کہ جس کتاب کی حمایت و مخالفت بڑے
شدومد سے شروع ہو جائے وہ ایک غیر معمولی کتاب ہوتی ہے میں نے ائمہ معصومینؑ

کے اس ارشاد کے تحت کہ اچھی چیز جہاں سے بھی ملے لے لو یہ قول اچھا سمجھ کے نقل کر دیا ہے وہیں سے اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

س: علامہ شیخ عبدالعلی ہروی طہرانی اور علامہ سید محمد سبطین سرسوی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: ان کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ وہ ہمارے شیعہ علماء میں سے تھے لیکن ان سے جو مجھے تھوڑا سا اختلاف تھا وہ میں نے اپنی کتاب احسن الفوائد میں لکھ دیا ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی کتابوں میں تھوڑا سا افراط پایا جاتا ہے۔ اس لئے جب ان کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے اور انہیں بیدار مغزی کے ساتھ پڑھا جائے مولانا سید محمد سبطین صاحب سے میں نے اس خطبہ بیانیہ کے سلسلے میں کھل کر اختلاف کیا ہے کوک دری (جس کے متعلق ابھی اظہار خیال کر چکا ہوں) وہ مکتبہ البرہان لدھیانہ نے ابھی شائع کی تھی اور مولانا نے تقریباً ۹۲ صفحات کا اس پر ایک مبسوط مقدمہ لکھا تھا اور آخر کتاب میں ایک خاتمہ لکھا تھا تو اس میں جناب مولانا نے اس خطبۂ بیانیہ کی تاویلات پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس فقرے کا یہ مطلب ہو سکتا ہے اور فلاں فقرے کا یہ مفہوم ہو سکتا ہے تو اس پر میں نے تنقیداً لکھا کہ پہلے کسی شے کا وجود ثابت کرنا چاہیئے جب وجود ثابت ہو جائے اور وہ چیز مسلمات مذہب کے خلاف ہو تو پھر اس کی تاویل کرنی چاہیئے لیکن جب ہمارے علماء اعلام یہ کہتے ہیں کہ خطبۂ بیانیہ کا ہماری کتابوں میں کوئی وجود ہی نہیں ہے اور یہ امیرالمومنینؑ کا کلام نہیں ہے تو پھر اس کی تاویلیں کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ میں تو کھلے لفظوں میں کہتا ہوں کہ اگر یہ خطبہ بیانیہ صحیح ہے تو پھر ہمیں قرآن بھی چھوڑنا پڑے گا۔ ہمیں نہج البلاغہ بھی چھوڑنی پڑے گی اور صحیفہ کاملہ کو چھوڑنا پڑے گا۔ بلکہ مذہب امامیہ چھوڑ کر کھلم کھلا نصیریوں کے سامنے شرمندگی رکھنی پڑے گی اور یہ کہنا پڑے گا کہ جو مولا علیؑ کو خدا مانتے ہیں وہی حق پر ہیں کیونکہ خطبہ بیانیہ قرآن

کی نفی کرتا ہے قرآن میں جا بجا خدا فرماتا ہے کہ میں نے زمین و آسمان پیدا کئے ہیں قرآن بھرا پڑا ہے کہ میں نے نبی بھیجے۔ خدا فرماتا ہے کہ قیامت میں قائم کروں گا ادھر مولا امیرؑ سے منسوب ہے کہ قیامت قائم کرنے والا میں ہوں قرآن میں جا بجا ہے کہ ماں کے رحموں میں بچوں کی تصویریں کھینچنے والا خدا ہے اس خطبے میں یہ بات جناب امیرؑ کی طرف منسوب ہے الغرض جو کچھ قرآن میں ہے اس کی اس خطبے میں نفی کی گئی ہے اور شیعی درایتہ الحدیث کا مسلمہ قانون ہے کہ جو روایت قرآن کے مطابق ہو اس کو لے لو اور جو قرآن کے مخالف ہو اسے دیوار پہ پھینک دو۔ (اصول کافی)

س: کیا آپ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں؟

ج: جہاں تک حاضر و ناظر کا تعلق ہے اکثر لوگ اس کا مفہوم ہی نہیں سمجھ پاتے بہرحال میں اس کی زیادہ تشریحات میں نہیں جانا چاہتا میں نے اس موضوع کی تفصیلات اصول الشریعہ میں اور ان کا خلاصہ اپنے رسالہ مختصر عقائد الشیعہ میں درج کر دیا ہے اور اس خلاصہ کا بھی خلاصہ قوانین الشریعہ کی پہلی جلد کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے میں نے وضاحت کی ہے کہ حاضر سے مراد اگر یہ ہے کہ ذواتِ مقدسہ موجود تو اپنے مرکز اقامت پہ ہوتے ہیں مگر اسم اعظم کی برکت سے وہ جب اور جہاں چاہیں چشم زدن میں جا سکتے ہیں اور اسی وقت واپس بھی تشریف لا سکتے ہیں تو یہ صحیح ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ وہ اپنے اصلی اجسام و ابدان کے ساتھ ہر لحہ ہر آن ہر جگہ حاضر ہیں تو یہ یقیناً غلط اور محال ہے اور جہاں تک ناظر کا تعلق ہے تو اس کا بھی اگر مطلب یہ ہے کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ اپنے مستقر اور مرکز پر رہتے ہوئے بھی کائناتِ ارضی و سماوی کی جس چیز کو دیکھنا چاہیں با قدر اللہ دیکھ سکتے ہیں تو یہ درست ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ ہر لحہ ہر لحظہ چپہ چپہ عالم امکان کا ایک ایک ذرہ ان کے اس طرح پیش نگاہ ہے کہ انہیں تأمل اور تفکر یا توجہ کی بھی ضرورت نہیں پڑتی تو یہ خالق ذوالجلال کی صفت ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اور کسی بھی

مخلوق کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنا جائز اور صحیح نہیں ہے۔

س:۔ کیا امیرالمومنینؑ کے چالیس جگہ پر کھانا کھانے کی روایت صحیح ہے؟

ج:۔ میں نے اپنی کتاب اصول الشریعہ میں اس کی نفی کی ہے اور سرکار ناصر الملّت کے رسالہ ہدایات ناصریہ کے حوالے سے یہ بات ثابت کی ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا تھا کہ جناب امیر کا چالیس جگہ پر کھانا کھانا کہاں تک صحیح ہے؟ تو سرکار ناصر الملّت نے فرمایا تھا کہ آج تک کسی معتبر روایت میں یہ واقعہ نظر قاصر سے نہیں گزرا لہذا یہ واقعہ مشہور تو ہے مگر اس کا وجود کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے اور ویسے بھی ایک جسم کا ایک آن میں ایک سے زائد مقامات پر موجود ہونا عقلاً محال و ناممکن ہے" ویسے اگر یہ واقعہ کسی مستند روایت میں مذکور ہوتا تو اس کی جسم مثالی سے تاویل ہو سکتی تھی کہ ایک جگہ آنجناب اپنے اصل جسم کے ساتھ اور دوسرے مقامات پر اجسام مثالیہ کے ساتھ موجود تھے۔ مگر جب روایت ہی معتبر نہیں تو پھر اس کی تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

س:۔ کیا آپ معراج رسولؐ کے قائل ہیں؟

ج:۔ یقیناً میں پیغمبر خاتمؐ کی معراج جسمانی کا اسی طرح قائل ہوں جس طرح اپنے مذہب کے دوسرے مسلّمات کا قائل ہوں۔ معراج النبیؐ کے عنوان سے اصول الشریعہ میں پورا ایک باب موجود ہے میں نے معصومینؑ کے ارشادات کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ جو شخص آنحضرتؐ کی معراج جسمانی کا منکر ہے وہ مذہب اہل بیتؑ سے خارج ہے لہذا میں قرآن و حدیث سے ثابت شدہ حقیقت کے انکار کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

س:۔ کیا معراج کے لئے یہ جسم متحمل ہے کہ وہاں تک جا سکے؟

ج:۔ یقیناً پہلے یہ کہا جاتا تھا کہ کوئی جسم عالم بالا کی طرف جا ہی نہیں سکتا کیونکہ درمیان میں کرۂ ہوا ہے کرۂ زمہریر ہے اور کرۂ آتشیں ہے اور جو چیز وہاں جاتی ہے وہ اپنی اصل حقیقت کھو بیٹھتی ہے۔ مگر آج کی سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سب کچھ غلط تھا بلکہ آج لوگوں کا

چاند پر پہنچ جانا۔ ہمارے مذہب کی صداقت کی بیّن دلیل ہے اسلام اور سائنس کی جو چودہ سو سالہ جنگ جاری تھی وہ آج ختم ہو گئی ہے یعنی معراج جسمانی کے متعلق غیر مسلم طاقتیں کہتی تھیں (اور کمزور ایمان کے اہل اسلام یہ کہتے تھے) پیغمبر اسلام جسم عنصری کے ساتھ تشریف نہیں لے گئے اور نہ ہی کوئی جا سکتا ہے آج انسان کا چاند پر پہنچ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام جیت گیا اور خود ساختہ سائنس ہار گئی علاوہ بریں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ پیغمبر خود گئے بلکہ قرآن کی آیت ہے کہ "پاک و پاکیزہ ہے وہ خدا جو اپنے اس بندے کو لے گیا" اب بحث یہ نہیں کہ پیغمبر جا سکتے ہیں یا نہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ خدا ان کو لے جا سکتا ہے یا نہیں؟ جو یہ کہتے ہیں کہ خدا نہیں لے جا سکتا تو ان کو اپنی توحید پر نظر ثانی کرنا ہوگی اور اگر خدا قادرِ مطلق ہے تو پھر پیغمبرؐ کے معراج جسمانی پر کیا اعتراض ہے؟ ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون۔

س: کیا خدا نے قاب قوسین پر لہجہ امیر المومنینؑ میں بات کی تھی یا امیر المومنینؑ خود موجود تھے۔

ج: اصول الشریعہ کے آٹھویں باب میں ہم نے اس پر مفصل بحث کی ہے علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ خالق ذوالجلال نے شبِ معراج مقام قاب قوسین پر جناب پیغمبرؐ سے جس لہجہ میں بات کی وہ لہجہ جناب امیرؑ کے لہجہ سے ملتا جلتا تھا اب کچھ لوگوں نے خیال کیا کہ جب لہجہ ان کا تھا تو جناب امیرؑ وہاں خود تشریف لے گئے ہوں گے لیکن یہ بات ائمہ طاہرینؑ کے فرامین اور آیاتِ قرآن مبین کے خلاف ہے بلکہ جناب امیرؑ حجت خدا کے طور پر تشریف فرما تھے اور پیغمبر اکرمؐ عالم بالا کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ علامہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں یہ فقرہ لکھا ہے کہ جو پیغمبرؐ نے وہاں دیکھا وہ جناب امیرؑ نے زمین پر رہ کر دیکھا لہذا ان کی معراج زمین پر تھی۔ لہجے کا مطلب یہ ہے کہ خدا متکلم ہے جس چیز میں چاہے کلام پیدا کر سکتا ہے اور وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ کسی ایسے لہجے میں بات کرے جو کسی سے ملتا ہو تو جناب امیرؑ وہاں خود تشریف نہیں لے گئے تھے خدا نے پیغمبرؐ کے پسندیدہ لہجہ میں

یعنی بچہ جناب امیرؑ میں بات کی تھی

ع اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

س: کیا حضرت سید الساجدینؑ کی والدہ ماجدہ کے متعلق آپ نے کہیں لکھا ہے کہ وہ دریا میں ڈوب گئیں؟

ج: معاذ اللہ! میں نے ایسا کہیں نہیں لکھا بات دراصل یہ ہے کہ میں جب کسی مسئلے پر قلم اٹھاتا ہوں تو اس میں اگر اختلاف ہو تو میں تمام اختلافی قول نقل کرتا ہوں اور پھر ایک کو ثابت اور دوسرے اقوال کو باطل قرار دیتا ہوں۔ اسی طرح یہاں بھی وہ روایت زیر بحث تھی جو مشہور ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد جب ظالم مخدرات کو قید کر کے کوفہ و شام لے گئے تو جناب بی بی شہربانو اسں قافلے سے جدا ہو کر اور گھوڑے پر سوار ہو کر طوس تشریف لے گئیں تو اس روایت پر میں بحث کر رہا تھا اس سلسلہ میں متعدد اقوال نقل کئے ان میں سے ایک قول شہر ابن آشوب (صاحب مناقب) کا ہے کہ بی بی نے واقعہ کربلا کے بعد اپنے آپ کو دریائے فرات میں ڈال دیا۔ اس طرح میں نے مختلف لوگوں کے اقوال درج کرنے کے بعد دلائل دیے کہ جس چیز کو ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ بی بی شہربانو کا انتقال واقعہ کربلا سے بہت عرصہ پہلے ہو چکا تھا لہٰذا وہ واقعہ کربلا میں موجود ہی نہ تھیں تو ان کے دریا میں ڈوب مرنے یا طوس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جن لوگوں نے میرے متعلق یہ کہا ہے معلوم ہوتا ہے تو انہوں نے ایک فقرہ لے لیا اور باقی عبارت کو نظر انداز کر دیا۔ پوری بحث اور نتیجے کو نہیں دیکھا میرے کرم فرما بالعموم میری کتابوں اور میری تقریروں اور تحریروں کے ساتھ یہی سلوک کیا کرتے ہیں۔

؎ یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات

دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زبان اور

س :۔ کیا آپ یا علیؑ مدد کہنے کے مخالف ہیں۔

ج :۔ میرے محترم ! جرمنی کے ایک سیاست دان ڈاکٹر گوبلز کا مقولہ ہے کہ اگر اپنے مخالف کو بدنام کرنا ہو تو اس پر ایک بہت بڑا بہتان لگاؤ اور پھر اس کی زبردست تکرار کرو تاکہ جو ناواقف لوگ ہیں وہ یہ جاننے پر مجبور ہو جائیں کہ یہ جھوٹ نہیں بلکہ سچ ہے۔۔۔ اسی پالیسی کو میرے خلاف بھی بڑے کار لایا گیا ہے حالانکہ میں نے اپنی کتابوں میں ایک جملہ یا علیؑ مدد کہنے۔ یا رسول اللہ کہنے کے خلاف نہیں لکھا بلکہ اس کے برعکس آپ یہ معلوم کرکے تعجب کریں گے کہ وہی کتاب اصول الشریعہ جس کا نام تو بہت سے لوگوں نے سن رکھا ہے مگر اسے پڑھنے کی توفیق بہت کم لوگوں کو ہوئی ہے اس میں میں نے متعدد مقامات پر یا علی مدد کہنے کا جواز پیش کیا ہے خصوصاً تجلیات صداقت جو کہ میں نے مخالفین اہل بیتؑ کے جواب میں لکھی اور جس کی پاداش میں گذشتہ سال میرے مکتبہ کو جلانے کی کوشش بھی کی گئی اور میری بہت سی قیمتی کتابیں جلا بھی دی گئیں۔ آفتاب ہدایت کے مؤلف نے شیعیان حیدر کرار پر فرد جرم عائد کرتے ہوئے دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی لکھا کہ جب یہ باہم ملتے ہیں تو السلام علیکم کی بجائے یا علیؑ مدد اور جواب میں پھر مولا علیؑ مدد کہتے ہیں۔ میں نے تجلیات صداقت میں یا علیؑ مدد کہنے کے جواز پر کئی دلائل پیش کئے ہیں تو بات یہ ہے کہ کوئی شیعہ عالم اس کا مخالف نہیں ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ فلاں یا علیؑ مدد کا قائل نہیں ہے یا فلاں یا علیؑ مدد کا مخالف ہے یہ بالکل غلط ہے یہ سراسر تہمت ہے ہاں ایک بات ضرور ہے کہ علمائے کرام دو باتیں ضرور کرتے ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ پہلے السلام علیکم اور جواب میں علیکم السلام کہنا چاہیئے اس کے بعد بے شک یا علیؑ مدد کہہ لیں اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ مگر سلام جو سنت رسول انامؐ ہے اسے ترک نہیں کرنا چاہیئے۔

(۲) دوسرا خدا کی مدد اور ہے اور سرکار محمدؐ و آل محمدؐ کی مدد اور یعنی مدد خدا بھی کرتا ہے

اور مدد سرکار محمدؐ و آلِ محمدؑ بھی کرتے ہیں مگر دونوں کی مدد کی کیفیت میں فرق ہے نوعیت میں فرق ہے یعنی اللہ کی مدد اللہ ہونے کی حیثیت سے ہے اور محمدؐ و آلِ محمدؑ کی مدد ان کے وسیلہ ہونے کی حیثیت سے ہے اس کی مثال یوں ہے کہ ایک آدمی اولاد چاہتا ہے دوسرا کسی مقدمہ میں کامیابی چاہتا ہے۔

تیسرا تونگری چاہتا ہے چوتھا مرض کی شفا چاہتا ہے ان امور میں مدد اللہ بھی کرتا ہے مدد محمدؐ و آلِ محمدؑ بھی کرتے ہیں مگر اللہ کی مدد یہ ہے کہ وہ اولاد عطا کرتا ہے اور سرکار محمدؐ و آلِ محمدؑ کی مدد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے اولاد دلواتے ہیں۔ اللہ کی مدد یہ ہے کہ وہ بیمار کو شفا عطا کرتا ہے اور محمدؐ و آلِ محمدؑ کی مدد یہ ہے کہ شفا دلواتے ہیں اللہ کی مدد یہ ہے کہ وہ روزی دیتا ہے ان کی مدد یہ ہے کہ یہ روزی دلواتے ہیں۔ الغرض مقام وسیلہ میں انہیں حلال مشکلات کہنا یا علیؑ مدد کہنا یقیناً صحیح ہے کوئی خدا سمجھ کے ان سے مدد مانگتا ہے تو وہ غلط ہے اور کوئی مومن عارف اس کا انکار نہیں کر سکتا بہر حال خدا کی بارگاہ میں دعا و استدعا کرنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ ان ذوات مقدسہ کے وسیلہ سے کی جائے۔ جیسے یا اللہ بحق النبیؐ و آلہ۔ یا اللہ بحرمۃ النبیؐ و آلہ میرا فلاں کام کر۔ تاکہ ہر سامع و ناظر پر واضح ہو جائے کہ داعی خدا کو مرکز اور ان ذوات مقدسہ کو وسیلہ جانتا ہے اور وسیلہ سمجھ کر استمداد کرتا ہے تو بالکل درست ہے۔

س:۔ سعادت الدارین کے حوالے سے میرا یہ سوال ہے کہ کیا آپ نے تحریر کیا ہے کہ شہزادہ علی اکبرؑ کی شادی نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک ام ولد کنیز رکھی ہوئی تھی اور اس سے آپ کی اولاد ہوئی؟

ج:۔ میرے محترم گذارش یہ ہے کہ میری کتابوں کے ساتھ میرے کرم فرما بہت ہی بے انصافی کرتے ہیں ..... عموماً میں بحث کو پھیلا کر لکھتا ہوں، میں جس موضوع پر بحث کرتا ہوں اس کے مخالف آراء بھی لکھتا ہوں اور اس کے موافق اقوال بھی پیش کرتا ہوں

آخر میں نتیجہ برآمد کرتا ہوں اور ایک قول کو ترجیح دیتا ہوں میرے کرم فرما ایک جملہ لے کر اس کو لے اُڑتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ میرا اپنا قول ہے یا کسی اور کا قول نقل کیا ہے آگے چل کر میں نے اس کی سند کی ہے یا اس کے اثبات میں کچھ کہا ہے اب اس مسئلے ہی کو لے لیں میں نے جہاں شہزادہ علی اکبرؑ کی شہادت لکھی ہے وہاں ایک خاص علمی بحث زیر قلم آگئی کہ آیا شہزادہ علی اکبرؑ ہی دراصل اکبر تھے یا امام زین العابدینؑ علی اکبر ہیں؟ میں نے ثابت کیا ہے کہ جیسا نام سے ظاہر ہے یہ سیّد الشہداء کے بڑے فرزند تھے سرکار امام زین العابدینؑ اوسط تھے شہزادہ علی اکبرؑ کی عمر ۱۸ سال مشہور رہے میں نے ۲۵ اور ۲۸ سال کے قول بھی نقل کئے ہیں اسی سلسلہ میں میں نے اس امر پر بھی بحث کی ہے کہ شہزادہ علی اکبرؑ شادی شدہ تھے یا نہیں؟ اس سلسلے میں میں نے لکھا ہے کہ محدث نوری اور قمی سے پہلے جہاں تک میرے مطالعے کا تعلق ہے اس کے اثبات میں یا نفی میں کوئی چیز نہیں ملتی ان دو مندرجہ بالا بزرگوں نے اس مسئلہ کو چھیڑا ہے کہ واقعہ کربلا سے پہلے جناب شہزادہ علی اکبرؑ کی شادی ہو چکی تھی یا نہیں؟ ان علماء نے اس واقعہ کو فروع کافی اور بحار الانوار وغیرہ کے حوالوں سے لکھا ہے جناب امام جعفر صادقؑ یا کسی اور معصوم سے پوچھا گیا کہ آیا یہ جائز ہے کہ آدمی ایک شخص کی بیٹی سے شادی کرے اور اس لڑکی کے والد کی ام ولد کنیز سے بھی؟ تو امام نے فرمایا کہ اس میں قباحت تو کوئی نہیں ہے مگر تمہارا مقصد کیا ہے اس شخص نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ امام زین العابدینؑ کے گھر امام حسنؑ کی لڑکی اور امام حسنؑ کی ام ولد کنیز تھیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ جس طرح تم نے سن رکھا ہے۔ حقیقتِ حال اس طرح نہیں ہے بلکہ اصل واقعہ یوں ہے کہ امام زین العابدینؑ کی شادی فاطمہ بنت حسنؑ سے ہوئی تھی اور شہزادہ علی اکبرؑ کی ایک ام ولد کنیز تھی اس سے امام زین العابدینؑ نے عقد فرمایا تھا اب لفظ کنیز آگیا تو یار لوگ اس کو لے اُڑے کہ کنیز کے معنی ہیں لونڈی اور لونڈی کا مطلب ہے نوکرانی۔ پھر اس سے یہ خود ساختہ مفروضہ قائم کر لیا کہ ان کے ہاں نوکرانی قسم کی کوئی عورت تھی جس سے شہزادہ

کے تعلقات تھے (معاذ اللہ) اس سے بڑی جہالت اور کیا ہوگی کہ آج وہ لوگ بھی ان علمی بحثوں میں کود رہے ہیں جنہیں اسلامی فقہ کی ابجد کا بھی علم نہیں ہے ورنہ اہل علم جانتے ہیں کہ قرآن نے تین قسم کی عورتوں کو مرد کے لئے حلال قرار دیا ہے۔

ایک دائمی عورت دوسری عقد منقطع والی عورت تیسری کنیز۔ اس کا بار بار قرآن میں ذکر ہے خصوصاً اٹھارویں پارے میں خالق فرماتا ہے کہ مومن وہ ہوتے ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی زوجاؤں کے (کہ اس میں عقد دائمی اور عقد منقطع والی دونوں عورتیں شامل ہیں) اور سوائے اپنی مملوکہ کنیزوں کے ....
اگر مملوکہ کنیزوں کے ساتھ یہ تعلق قائم کیا جائے یا اپنی زوجاؤں کے ساتھ تو ایسے لوگ قابل ملامت نہیں ہیں تو اسلامی قانون کے مطابق یہ ایک مستقل عنوان ہے کہ اگر اسلام کے قواعد کے مطابق کفار سے جنگ لڑی جائے اور اسلام کو فتح نصیب ہو اور کفار مغلوب ہو جائیں تو ان کے وہ مرد جو قید ہو جائیں ان کے بارے میں اسلام کا حکم ہے کہ یا تو ان کو قتل کر دو یا ان کو چھوڑ دو خواہ فدیہ لیکر خواہ مفت اور عورتوں کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ ان کو یا آزاد کیا جائے گا یا کنیز بنایا جائے گا اس طرح جو عورت مرد کے قبضہ میں آئے گی اس کو اسلام " امتہ " قرار دیتا ہے عربی میں " امتہ " ہے اور فارسی میں کنیز جسے اردو میں لونڈی یا باندی کہا جاتا ہے اور اسلام کے تہتر فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ عورت مرد پر حلال ہے اس کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے بلکہ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو کئی انبیاء و ائمہ کی مائیں کنیزیں نظر آتی ہیں۔ اگر ان کے بطن سے اولاد پیدا ہو جائے تو ان کو ام ولد کہا جاتا ہے۔ بنابریں اگر جناب شہزادہ علی اکبرؑ کے بارے میں ام ولد کنیز کا تذکرہ کیا گیا ہے تو اس میں کون سی قباحت ہے جبکہ روایت ہماری فروع کافی کے اندر موجود ہے اور بحار الانوار میں موجود ہے اور بڑے بڑے علماء کرام اس کے قائل ہیں۔

س ۱۔ کیا آپ نے اپنی کسی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ سکینہ بنت الحسینؑ واقعہ کربلا میں

شادی شدہ تھیں اور ان کا انتقال ۱۱۷ھ میں ہوا؟

ج:۔ اس سوال میں ایک بات صحیح اور ایک غلط ہے میں نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ وہ واقعہ کربلا کے وقت شادی شدہ تھیں ہاں البتہ ان کی نسبت جناب عبداللہ بن امام حسنؑ سے ہو چکی تھی مگر شادی سے پہلے وہ واقعہ کربلا میں شہید ہو گئے۔ اور یہ لکھا ہے کہ ان کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی اور یہ کہ زندانِ شام میں ان کا وفات پانا کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں ہے۔ میں نے کئی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ ان کا انتقال ۱۱۷ھ میں ہوا۔ نیز میں نے اُن بے بُنیاد واقعات کی تردید کی ہے جو اس مظلوم بی بی کی طرف منسوب کئے گئے ہیں مثلاً عبدالحلیم شرر وغیرہ نے جو ناول لکھے تھے۔ میں نے ان کی کھل کر تردید کی ہے ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ زندان شام سے رہائی پانے کے بعد واپس مدینہ تشریف لے گئیں اور واقعہ کربلا کے بعد عرصہ تک زندہ رہیں اور بالآخر ۱۱۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ مگر رہائی کے بعد تاریخوں میں ان کے مستند حالات نہیں ملتے۔

س:۔ کیا زندانِ شام میں کسی بچی کا انتقال کر جانا ملتا ہے؟

ج:۔ ہاں! بعض کتب سیر و مقاتل میں یہ روایت ملتی ہے اور اس پر میں نے سعادۃ الدارین میں بحث کی ہے مورخین کا اس بچی کے نام پر اتفاق نہیں ہے بعض نے زبیدہ لکھا ہے بعضوں نے زینب اور بعضوں نے رقیہ لیکن کسی مورخ نے بھی اس بچی کا سکینہ خاتون نہیں لکھا۔ اسماء رجال اور کتب مقاتل میں جو ہماری بنیادی کتب ہیں۔ سیدالشہداء کی دو بیٹیوں کا ذکر ملتا ہے۔ فاطمہ اور جناب سکینہ۔ فاطمہ کبریٰ اور فاطمہ صغریٰ دو علیحدہ شخصیتیں نہیں بلکہ ایک ہی شخصیت کے دو عنوان ہیں۔ صغریٰ اس لئے کہ وہ اپنی جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ کی ہم نام تھیں مگر ان سے چھوٹی تھیں جس طرح فاطمہ زہراؑ کے بالمقابل جناب زینبؑ کو صدیقہ صغریٰ کہا جاتا ہے ان کو فاطمہ صغریٰ کہا گیا اور چونکہ وہ جناب سکینہ سے بڑی تھیں اس لئے ان کو فاطمہ کبریٰ کہا گیا ویسے شام میں کسی بچی کے

وفات پا جانے کی روایت میرے نزدیک چنداں قابل اعتماد نہیں ہے۔

س: تو کیا فاطمہ صغریٰ نامی سید الشہدا کی کوئی بیٹی مدینہ میں نہیں رہ گئی تھی؟

ج: اس پرمیں نے علیحدہ بحث کی ہے جس کو "دچھوڑے والی روایت" کہا جاتا ہے اور اس کو بیان کرنے والے بڑے زور و شور سے بیان کرتے ہیں۔ اس پر میں نے مفصل بحث کی ہے کہ آیا فاطمہ صغریٰ واقعہ کربلا میں سیّد الشہدا کے ساتھ تھیں یا مدینے میں رہ گئیں تھیں؟ یہ مدینے میں چھوڑنے والا واقعہ کربلا بالکل بے بنیاد بھی نہیں بلکہ بعض کتابوں میں اس قسم کے بعض آثار ملتے ہیں۔

چنانچہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں ایک واقعہ تحریر کیا ہے کہ شہادت سید الشہدا کے بعد کچھ پرندے آگئے اور انہوں نے سیّد الشہدا کے خون میں اپنے پروں کو تر کیا۔ اور مختلف علاقوں میں چلے گئے ان میں سے ایک پرندہ مدینہ چلا گیا اور جناب فاطمہ صغریٰ کے گھر کی منڈیر پر جا بیٹھا اور اس نے اپنے پروں سے خون کے قطرے گرائے اور اس سے بی بی کو پتہ چل گیا کہ میرے بابا کی شہادت ہو گئی ہے اب اس روایت کو بنیاد بنا کر نہ جانے کیا کیا لکھا اور کیا کیا کہا گیا۔ لیکن میں نے علاوہ [illegible] اور کتب کے خود بحار الانوار سے ہی ثابت کیا ہے کہ جہاں یہ پرندوں والی روایت درج ہے اس سے آگے چل کر واقعات کوفہ و شام میں جہاں دوسری مخدرات کے خطبے ہیں وہاں جناب فاطمہ صغریٰ کے خطبے بھی درج ہیں۔ دربار یزید میں اس بی بی کی یزید سے گفتگو موجود ہے بلکہ خود علامہ مجلسی نے جلا العیون میں جو بحار الانوار کے بعد لکھی ہے اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ "قصہ غراب خالی از غرابت نیست بوجہ منافات با روایات دیگر" کہ غراب والا واقعہ عجیب و غریب ہے اور دوسری روایات کے منافی ہونے کی بنا پر قابل قبول نہیں ہے۔ باقی باتوں کو آپ چھوڑیں ان کی زبانی واقعات کربلا اور ان کے خطبات ناقابلِ رد ہیں اس لیے اس واقعہ کو رد کرنا پڑے گا۔

س:۔ کیا شبِ عاشور خیام تک پانی پہنچنے کی روایات آپ کی نظر سے گزری ہیں؟

ج:۔ میرے محترم! ساتویں محرم سے لے کر دسویں محرم تک دو مرتبہ پانی تک پہنچنا ناقابلِ انکار ہے۔ مگر اس کے باوجود چونکہ پانی کم تھا اور پینے والے زیادہ خیام امامؑ سے العطش العطش کی آوازیں اٹھتی تھیں اور بچوں کا پیاس سے نڈھال ہونا روایات میں موجود ہے اور یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ کربلا میں پانی کا قحط اور تین دن کی بندش آب ایک مسلّمہ تاریخی حقیقت ہے جس کا کوئی صاحبِ عقل و انصاف انکار نہیں کر سکتا۔

س:۔ آپ کے نقادوں کا کہنا ہے کہ آپ نے کتابوں کے قدیم ایڈیشنوں کے مطابق جدید ایڈیشنوں میں ترمیم و ردّ و بدل کیا ہے کیا یہ حقیقت ہے؟

ج:۔ میرے محترم! مصر میں بیس جلدوں کی ایک کتاب چھپی ہے جس کا نام ہے معجم الادباء اس میں ایک ادیب عماد اصفہانی کا یہ قول درج ہے کہ انسان کے ضعیف البنیان ہونے کی یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ آج ایک چیز لکھتا ہے مگر کل جب اس پر نظر ڈالتا ہے تو کہتا ہے کہ اگر یہاں یہ جملہ لکھ دیا تو بہتر ہوتا اور یہ جملہ نہ لکھتا تو اچھا ہوتا۔ یہ جملہ مقدم ہوتا تو احسن ہوتا اور یہ جملہ مؤخر ہوتا تو عمدہ ہوتا۔ بنا بریں اگر میں ایسا کرتا بھی تو یہ بات نہ انوکھی ہوتی اور نہ قابلِ گرفت۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اگر ایک مصنّف کی کسی کتاب کے دس ایڈیشن اس کی زندگی میں شائع ہوں تو وہ ہر اشاعت میں ردّ و بدل کرے گا مگر میری کتابوں میں تو کوئی ترمیم نہیں ہوئی بلکہ صرف بعض اضافے ہوئے ہیں مثلاً اصول الشریعہ کا پہلا ایڈیشن سنہ ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا تھا۔

دوسرا ایڈیشن سنہ ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا اس دوران میری کتاب کے جواب میں بہت کچھ لکھا گیا آٹھ دس چھوٹی بڑی کتب کو میں نے دوسرے ایڈیشن میں نوکِ قلم پہ رکھا۔ جو چیز قابلِ جواب تھی اس کا میں نے جواب لکھ دیا ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے کتاب کی ضخامت بڑھ گئی۔ ورنہ نہ مطالب میں ترمیم ہوئی ہے نہ معانی میں بلکہ جو حقائق پہلے ایڈیشن میں تھے وہی آج دوسرے ایڈیشن میں ہیں صرف عنوان سے وضاحتیں کی گئی ہیں اس کو ترمیم اور ردّ و

بدل نہیں کہتے بلکہ مطالب میں پھیلاؤ کہتے ہیں کسی موضوع کے دلائل پہلے تھوڑے تھے
اب دلائل اور بڑھا دیئے گئے ہیں۔ پہلے کوئی بحث مجمل تھی اب اسے مفصّل کردیا گیا کوئی
موضوع مختصر تھا اب اسے مطول کردیا گیا ورنہ مطالب وہی ہیں معانی وہی حقائق وہی
عقائد وہی " لاتبدیل لکلمات اللہ "۔

س: کیا کوئی ایسی تجویز نہیں ہوسکتی کہ جن علماء کا آپس میں اختلاف ہے وہ خود مل کر
اس کا حل تلاش کرتے اور قوم اس دھڑے بندی کے عذاب سے بچ جاتی۔

ج: میرے محترم اسی بات کا تو خود مجھے شکوہ ہے اور میرا تمام رونا اسی واسطے ہے کہ جب
سے یہ بحثیں شروع ہوئی ہیں یا شروع کی گئی ہیں اس روز سے لے کر آج اس وقت تک جب
کہ آپ مجھ سے یہ انٹرویو لے رہے ہیں میں نے تحریروں - تقریروں اور قومی اخباروں کے
ذریعے بار بار اعلان و اظہار کیا ہے کہ یہ اختلافات اور یہ بادِ سموم جو میرے اعتقاد اور علم
کے بارے میں جاری ہے اگر کسی عناد اور شخصی مفاد کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ واقعی کوئی دینی
اختلاف ہے تو مخالف حضرات دو باتوں میں سے ایک مان لیں یا تو علماء سر جوڑ کر بیٹھ جائیں
اور تمام اختلافی مسائل پر مخصوص زعمائے ملت کے درمیان علمی سطح پہ باہمی گفتگو کر لیں
یا ایران و عراق کے مراجع تقلید کو جج یا منصف بنا لیا جائے اور ان سے التجا کی جائے
کہ قرآن اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے فرمان کی روشنی میں ان اختلافی مسائل کا صحیح حل قوم کو بتائیں
اور پھر جو شخص ان کے فیصلے کو نہ مانے اُسے قوم شیعہ سے خارج کر دیا جائے لیکن میری معقول
تجاویز کو بھی در خورِ اعتنا نہ سمجھا گیا بلکہ ان کے جواب میں کہا گیا کہ اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا
بلکہ ایک نئی محاذ آرائی شروع ہو جائے گی ایک مولانا صاحب نے (جو اس وقت دنیا
میں نہیں ہیں) جب کہا گیا کہ مرکز کی طرف رجوع کیا جائے تو انہوں نے کہا کہ یہ عقائد کے
مسئلے ہیں ان میں تقلید نہیں ہوتی۔ اب اس ضد کا میرے پاس کیا علاج ہے کہ مجھے مجالس
میں مسلسل بُرا بھلا کہا جاتا ہے لیکن میرے ساتھ بیٹھ کر علمی گفتگو کرنے یا مراجع تقلید کی طرف

رجوع کرنے پر کوئی بھی آمادہ نہیں ہوتا بہر نوع ان لوگوں کی یہ روش اس بات کی دلیل ہے کہ دین کے نام پر یہ جنگ زرگری لڑی جا رہی ہے کوئی بنیادی دینی و مذہبی اختلاف نہیں ہے اور اگر کچھ ہے تو صرف نزاع لفظی ہے جیسا کہ ۱۹۷۶ء میں بمقام جھنگ ہر دو متحارب علماء کے ایک معاہدہ میں اسے تسلیم کیا گیا ہے۔ اے کاش! یہ لوگ اس معاہدہ پر قائم رہتے تو آج قوم کا شیرازہ اس طرح منتشر نہ ہوتا ہے

؎ بسا آرزو کہ خاک شدہ

س:۔ کیا میں آپ سے یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ اس تمام اختلاف کی وجہ نزاع آپ ہی کیوں ہیں اور قوم کا ایک طبقہ "ڈھکو گروپ" ہی سے کیوں پکارا جاتا ہے؟

ج:۔ اس کا بھی ایک خاص پس منظر ہے اس کی ایک ظاہری وجہ ہے اور ایک اس کی باطنی اور گہری وجہ ہے بعض چیزیں ناگفتنی ہوتی ہیں اور بعض گفتنی۔ اس سلسلے میں کئی ایسی باتیں بھی آ جاتی ہیں جو کھل کر بیان نہیں کی جا سکتیں مگر میں مصلحتوں کے پیش نظر حقائق کو چھپا رکھنے کا قائل نہیں ہوں میں چاہتا ہوں کہ تمام حقائق کھل کر قوم کے سامنے آ جائیں۔ دراصل سٹیجوں پر جو کھل کر میری مخالفت کی گئی ہے اس کی گہری وجہ تو یہ ہے کہ تقسیم ملک سے پہلے ہمارا موجودہ ملک بالکل جہالت میں ڈوبا ہوا تھا سوائے ایک آدھ مدرسے کے جو چراغ سحری کی طرح ٹمٹا رہے تھے کوئی ہمارا مدرسہ نہیں تھا اور سوائے چند ایک کے کوئی پیش نماز نہیں تھا اور کئی مثالیں موجود ہیں کہ ہمارے نکاح غیر پڑھتے تھے ہمارے جنازے غیر پڑھتے تھے لیکن تقسیم ملک کے بعد یہ محسوس کیا گیا کہ اب ہمارا ہندوستان سے رابطہ تو کٹ گیا۔ عراق ایران جانے میں کافی مشکلات ہیں۔ ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہیئے۔ ۔۔۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ یہاں کچھ مدرسے کھل گئے اس سے جہالت کے کچھ بادل چھٹے اور کئی لوگ قم چلے گئے زیادہ نجف اشرف چلے گئے اب جب وہ چند سالوں کے بعد وہاں سے فراغت کی سند لے کر واپس آئے تو دینی مدرسوں میں بیٹھ گئے۔ کچھ نے

مدرسے کھل گئے۔ علوم ِ اہل بیت کی نشر و اشاعت ہونے لگی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سال بہ سال بلکہ ماہ بہ ماہ ان مدرسوں سے لوگ نکلنے لگے۔ یہاں کے مقامی بستیوں پر بھی آنے لگے۔ مساجد میں بھی نمازیں پڑھانے لگ گئے حکومتی سکولوں میں بھی آگئے تو اب کچھ ہندوستانی مرثیہ خوان کہ جنھوں نے ہمارے اس علاقے کو سونے کی چڑیا سمجھ ہوا تھا اور لوٹتے دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے تھے۔ مگر قوم کو ایک پیش نماز بھی بنا کر نہیں دیا تھا جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا سارا گھر وندا ہمارے ہاتھوں سے گر رہا ہے اور یہ سونے کی چڑیا ان کے ہاتھوں سے نکل رہی ہے تو مختلف حیلوں بہانوں سے انہوں نے مدارس کی اور یہاں کے علماء و مدرسین کی مخالفت شروع کر دی۔ تاکہ ان کے مفاد پر زد نہ پڑے اور اس کی ظاہر وجہ میرا رسالہ "اصلاح المجالس والمحافل" ہے جو میں نے نجف اشرف سے واپس آنے کے بعد لکھا جو میری پرنسپلی کے دور میں دارالعلوم محمدیہ سرگودھا کے ماہوار آرگن "المبلغ" میں قریباً ایک سال تک بالاقساط شائع ہوتا رہا اور بعد میں اس کو رسالے کی شکل میں چھاپ دیا گیا اور اب تک اس کے چار ایڈیشن نکل چکے ہیں اس کا لب لباب یہ تھا کہ پہلے تو اس میں میں نے عزاداری کی بڑی تعریف کی۔ اس کی افادیت پر تبصرہ کیا۔ مجالس کے انعقاد اور ان میں رونے رلانے کے فضائل لکھے اس کے بعد میں نے لکھا کہ افسوس ہے کہ کچھ عرصہ سے اس مقدس عبادت کو تجارت بنایا جا رہا ہے لہذا عبادت کو عبادت رہنے دیا جائے اس کے تجارتی پہلوؤں کو ختم کر دیا جائے اور پھر میں نے چار چیزوں پہ زوردار تبصرہ کیا تھا چونکہ اس سے بعض پیشہ ور لوگوں کے مفاد پر زد پڑتی تھی اس لئے وہ میرا اور میری آواز حق کو دبانے اور اسے غیر مؤثر بنانے پر کمربستہ ہو گئے۔ بہرحال اس رسالہ کی پہلی اصلاحی بات یہ تھی کہ مجالس سید الشہداؑ پڑھنے کا پہلے سے ریٹ طے کرنا ناجائز ہے۔ مجالس کے تقدس اور ان کی افادیت کے خلاف ہے معصومؑ کا فرمان ہے کہ تم پہلے طے نہ کرو بلکہ تم خلوص کے ساتھ پڑھو اس کے بعد جو تمہاری خدمت

کی جائے اسے قبول کر لو اس طرح دینے والے کا دینا قبول ہو جائے گا اور لینے والے کا لینا قبول ہو جائے گا۔ اب ظاہر ہے کہ اس کی زد پیشہ ور لوگوں پر خواہ وہ ذاکر تھے یا مولوی دونوں کے مفاد پر پڑتی تھی۔ اس لئے اس کے جواب میں کئی رسالے چھاپے گئے اور میرے خلاف ایک مخصوص طبقہ صف بستہ ہو گیا اور اس کے بعد میں نے کہا تھا کہ بے شک اچھی آواز سے مجلس پڑھنے میں (قصیدے کی شکل میں ہو اور خواہ مرثیے کی شکل میں) کوئی حرج نہیں ہے لیکن فلمی طرزوں میں غنا کو ترک کر دیا جائے تاکہ کوئی سننے والا یہ نہ سمجھے کہ آیا مجلسِ سید الشہداؑ پڑھی جا رہی ہے یا فلمی گانا گایا جا رہا ہے؟ پھر میں نے حرمت غنا پر دلائل دیئے کہ غنا کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے کچھ لوگوں کے پیشہ پر اثر پڑتا تھا۔ وہ بھی میری آواز کو غیر مؤثر بنانے پر تل گئے۔ مختلف حیلوں بہانوں سے مجھے ناکام کرنے کی کوشش کی گئی الحمدللہ! پھر بھی میری آواز رائیگاں نہیں گئی۔

؎ کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر
پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

تیسری چیز پڑھنے والے کے متعلق یہ تھی کہ ذاکر ہو یا مولوی اس کی وضع قطع شکل و صورت اور لباس کی تراش خراش کو دیکھ کر یہ پتہ چل جائے کہ یہ مظلوم کربلا کا نام لیوا ہے کسی اور بزم کا آدمی نہیں ہے۔ میری اس بات کو بھی غلط سمجھا گیا۔ پھر میں نے روایات فضائل و مصائب کے متعلق بحث کی کہ جھوٹ نہ بولا جائے بلکہ روایات کی تصحیح کر لی جائے ان لوگوں نے سوچا کہ اگر یہ چیزیں معیار قرار پا گئیں تو ان کی مارکیٹ پر اثر پڑے گا تو میرے خلاف مختلف الزامات لگا کر عوام کو میرے خلاف کرنے کی کوششیں کی گئیں مگر مقام شکر ہے کہ اس کے باوجود اہل ایمان، ذاکرین کرام اور مبلغین عظام یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ ان کی خیر خواہی کے لئے ہے بدخواہی کے لئے نہیں ہے۔

؎ مجھے ان سے محبت ہے عداوت نہیں ہے۔

اس گروہ کا سرغنہ مولوی بشیر انصاری تھا اور بڑا استاد مولوی محمد اسمٰعیل اور ان کے حواریین میں مولوی مرزا یوسف حسین مولوی عنبر الحسن وغیرہ شامل ہیں، جنھوں نے مولویوں ذاکروں اور ملنگوں کو بھی اپنے ساتھ ملایا اور بہرپل کر خوب شور و غل مچایا مگر بفضلہ

ع الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

ڈوگر صاحب! سچی بات تو یہ ہے کہ مخالفت ہمیشہ ہنر اور فضل و کمال کی ہوتی ہے نہ کہ جہل و بے ہنری کی مگر

ے ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا

اس سلسلہ میں میری مخالفت کی بڑی وجہ یہ بھی کہ میں نے درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف اور مجالس و محافل میں بھی بھرپور حصہ لینا شروع کر دیا۔ الغرض میں ان کی چراگاہ میں گھس گیا اور منبر کے اجارہ داروں کے نزدیک یہ ایک ناقابل معافی جرم ہے ے ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است

س: کہیں آپ کا اشارہ ادھر تو نہیں ہے کہ لکھنؤ کا مکتبہ فکر اور نجف کا مکتبہ فکر ٹکرا گیا ہے۔

ج: نہیں ایسا نہیں ہے۔ لکھنؤ کا مکتبہ فکر جو لکھنؤ تک محدود ہے ان کی خدمات ناقابل انکار ہیں اور لکھنؤ ہمارے لئے قابل فخر مرکز تھا اور اب اس گئے گزرے دور میں بھی لکھنؤ میں اچھا کام ہو رہا ہے۔ اس نے تدریسی تبلیغی اور تصنیفی میدان میں بڑا کام کیا ہے خود میں نے جہاں عراق و ایران کے اعلام کے بیان و کلام سے فیضان حاصل کیا ہے وہاں علماء لکھنؤ کی گراں قدر تالیفات سے بھی استفادہ کیا ہے۔

مگر بدقسمتی سے وہاں سے جو لوگ یہاں آ گئے ان کی اکثریت علم و عمل اور خلوص کی دولت سے تہی دامن تھی وہ صرف روضہ خوانی کے فن میں فنکارانہ مہارت رکھتی تھی اور

اپنی اجارہ داری چاہتی تھی جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کے مفاد پر ضرب پڑ رہی ہے تو انہوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ یہاں کے شیعہ دینی مدارس میں وہابیت کی تبلیغ ہو رہی ہے اور علماء و مدرسین شیعہ وہابی ہیں وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح مدارس ناکام ہو جائیں گے یہاں پڑھنے والوں کو غیر مؤثر بنا دیا جائے گا تاکہ یہ اجارہ دار من مانی کاروائیاں کرتے پھریں اور انہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے بڑے لطائف الحیل سے بعض سادہ لوح اہل ایمان کو ساتھ ملایا۔ ملنگوں ذاکروں سے گٹھ جوڑ کر کے خوب اودھم مچایا اور اسے ایک کرو جنگ بنایا۔ لیکن نتیجہ ان کی منصوبہ بندی کے خلاف برآمد ہوا۔ ہماری رسوائی جو چاہی آپ رسوا ہو گئے اور اب حالت یہ ہے کہ

ع۔ پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

س: اصول الشریعہ کے صفحہ پر رقم ہے کہ "اہل حق کی آواز کوئی نہیں دبا سکتا اور انہوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے میں دریغ نہیں کریں گے اور کلمۂ حق کہنے سے باز نہیں آئیں گے

س: سوال یہ ہے کہ وہ کون سا کلمۂ حق ہے جس سے آپ باز نہیں آئیں گے۔ کیا یہی عقائد جو آپ نے اپنی کتاب اصول الشریعہ میں پیش کئے ہیں۔ اور جن کا دارومدار ظنیات پر ہے کیا ظن حق کا فائدہ دے سکتا ہے علاوہ ازیں مناظرہ احمد پور سیال (جھنگ) میں آپ کا عمداً نہ جانا اس بیان کے خلاف ہو سکتا ہے کہ مومنین آپ کے کلمات حق کا فائدہ اٹھا کر اپنے عقائد درست کر لیتے اور آپ علاوہ اپنی سچائی کے ثواب عظیم کے مستحق ہوتے۔ کیا آپ قتل یا شکست کے ڈر سے وہاں نہیں گئے اور صرف محدود چار دیواری میں بیٹھ کر ہی کلمۂ حق کا اہتمام کرتے ہیں۔ (بصد معذرت)

ج: حق و باطل کی تعریف کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ جو چیز قرآن اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے صحیح و صریح فرمان کے مطابق ہو وہ حق ہے اور

جو ان کے خلاف ہو وہ باطل ہے بنا بریں جو کچھ اصول الشریعہ یا اصلاح المجالس وغیرہ میں کہا گیا ہے وہ یقیناً حق کی تعریف میں داخل ہے باقی رہا ان عقائد کو ظنی قرار دینا یہ درست نہیں ہے کیونکہ ان کا دارومدار آیاتِ محکمہ اور روایات صحیحہ وصریحہ ومتواترہ پر ہے جو قطعی الصدور والدلالہ ہیں اس لئے وہ عقائد قطعی ویقینی ہیں نہ ظنی وتخمینی والحمدللہ!

اور جہاں تک علماء اسلام کا ان علمی اختلافات کا عوامی سطح پر لانے اور عوامی اجتماعات میں حل کرنے سے گریز کرنے کا تعلق ہے تو وہ ان کی کسی کمزوری کی بناء پر نہیں بلکہ قوم ومذہب کے وقار کے تحفظ کی خاطر ہے کہ اغیار کی نظروں میں اس کا تمسخر و مذاق نہ اڑایا جائے اور ان کو یہ کہنے کا موقع نہ دیا جائے کہ

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

علاوہ بریں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر علماء اسلام عوامی اجتماعات میں گفتگو کرنے سے گریز کرتے ہیں (اور یہ چیز قابل اعتراض ہے) تو معترض اور اُن کے ہمنوا علمی سطح پر بات چیت کرنے سے کیوں کنی کتراتے ہیں۔

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس سوال کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ میں نے احمد پور سیال کے فراڈ میں شامل ہونے کا وعدہ کب کیا تھا کہ مجھ سے یہ سوال کیا جائے کہ کیوں شامل نہیں ہوئے تھے؟ اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ میں قوم میں اس قسم کی مناظرہ بازی کو قوم ومذہب کے مفاد کے سراسر خلاف سمجھتا ہوں اور اس قسم کی تجویز پیش کرنے والوں کو احمق یا مفاد پرست جانتا ہوں میں نے اختلافی مسائل کے حل کے لئے ہمیشہ دو تجویزیں پیش کی ہیں:

۱۔ مرکز (مراجع) کی طرف رجوع ۲۔ علمی سطح پر گفتگو

جن کی ہر عقل مند تائید مزید کرے گا۔ اس لئے میں نے مناظرہ احمد پور سیال کی تجویز کو احمقانہ تجویز سمجھ کر پہلے دن ٹھکرا دیا تھا۔ پھر شرکت کا کیا سوال؟ علاوہ بریں میں

بھی یہ دریافت کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ مولوی محمد بشیر صاحب (جو کہ دوسرے گروہ کے سربراہ تھے) وہ کیوں شامل نہیں ہوئے تھے؟ فما ہو جوابکم فہو جوابنا؟

س:۔ میرے سامنے یہ ایک رسالہ ہے جو جھنگ سے مولانا اثیر جاڑوی صاحب نے شائع کیا تھا۔ یہ بات ۲۰ مئی ۱۹۶۳ء کی ہے کہ مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم نے کہا تھا کہ مولانا محمد حسین اگر خالصی کی حمایت سے رک جائیں تو میں شیخ احمد احسائی کی حمایت ختم کر دیتا ہوں۔ آپ اسے اگر قبول کر لیتے تو قوم دھڑے بندی کے عذاب سے بچ جاتی کیا آپ اس کی وضاحت کریں گے؟

ج:۔ میں نے اس مطالبہ کے جواب میں کہا تھا کہ یہ مطالبہ ہی احمقانہ ہے کیونکہ اگر آپ شیخ احمد احسائی کو صحیح آدمی سمجھتے ہیں تو کوئی آدمی خالصی کو مانے یا نہ مانے آپ اس کا دامن کیوں چھوڑتے ہیں۔ اگر وہ غلط آدمی ہے تو پھر اس کو کیوں مانتے ہیں؟ اور اس کا دامن کیوں تھامتے ہیں۔ میں نے اس دور میں بھی کہا تھا اور آج بھی کہتا ہوں کہ میں شیخ احمد احسائی کا ضال و مضل ہونا ان کی اپنی کتابوں سے ثابت کرتا ہوں۔ تم میں ہمت و جرأت ہے تو تم خالصی مرحوم کا بدعقیدہ ہونا ان کی کتابوں سے ثابت کر دو یا پھر ایران و عراق کے مراجع تقلید کے فتاویٰ سے احسائی کا گمراہ اور گمراہ کنندہ ہونا ثابت کرتا ہوں اور تم خالصی مرحوم کے خلاف ان کا کوئی فتویٰ پیش کر دو؟ اور تم ایسا نہیں کر سکتے تو میں ایک مظلوم کی حمایت سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔

بہرحال یہ ایک احمقانہ و عاجلانہ تجویز تھی جسے قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

س: کیا جنگ میں علماء امامیہ کے معاہدہ تبلیغ کے متعلق آپ کچھ بتانا پسند کریں گے؟

ج: ۲۰ مئی ۱۹۷۶ء کو مولانا سید صفدر حسین نجفی اور مولانا شہید الحسنین محمدی کی کوششوں اور دوسرے علماء کی تائید سے علماء امامیہ کا حسب ذیل معاہدہ طے پایا تھا جو انہی دنوں قومی اخبارات میں شائع ہو گیا تھا۔ میں آپ کو اس کی فوٹو سٹیٹ مہیا کرتا ہوں اگر اس کو آپ دیانت داری سے شائع کر دیں تو حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔ اور ہر کس و ناکس پر واضح ہو جائے گا کہ بات کا بتنگڑ کس نے بنایا اور قوم میں انتشار کس نے پھیلایا اور اب تک قوم کے شیرازۂ اتحاد کو کون بکھیر رہا ہے۔ اے کاش! کہ معاہدہ کرنے والے اس معاہدہ پر قائم رہتے تو آج قوم و ملت کا یہ حال نہ ہوتا۔

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

س: کیا وجہ ہے کہ آپ کی کتاب اصول الشریعہ کی عبارت میں آپ کی کتاب ... کی نسبت زیادہ شدت اور انتقامی کارروائی ہے۔

ج: اس کی وجہ واضح ہے چونکہ اصول الشریعہ، احسن الفوائد جیسی مرنجان مرنج علمی و تحقیقی کتاب پر جارحانہ حملوں اور ناروا تنقیدوں کے جواب میں لکھی گئی ہے اس لئے اس میں قدرے شدت وحدت کا پیدا ہو جانا ایک فطری امر ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

س: آپ نے اپنی کتاب اصول الشریعہ کی ابتدا اس شعر سے کی ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز۔ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

کیا چراغ مصطفوی سے آپ کی ذات مراد اور شرار بولہبی سے آپ کے ناقدین کی ذات مراد ہے کیا یہ شدت انتقام کا مظاہرہ نہیں۔

ج: چراغ مصطفوی سے مراد میری ذات اور شرار بولہبی سے میرے ناقدین کی ذوات مراد نہیں ہیں بلکہ استعارۃً اس سے عقائد حقہ اور عقائد باطلہ مراد ہیں کما لا یخفیٰ

س: کیا آپ درجات ایمان میں اختلاف کے بارے میں حضرت صادق آل محمد علیہ السلام کی اس روایت کی اصول حدیث کے تحت تصدیق کرتے ہیں جس میں آپ نے عبدالعزیز سے بیان فرمایا۔

"اے عبدالعزیز سیڑھی کی طرح ایمان کے دس درجے ہیں ...... اس طرح تمہیں یہ حق بھی نہیں کہ تم اپنے پست درجہ کے مومن کو (درجہ ایمانی سے نہ گراؤ) درنہ جو کوئی تم سے بلند مرتبہ ہے وہ تمہیں (درجہ ایمانی) سے گرا دے گا۔"

اس روایت کی موجودگی میں جو آپ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اس کو قول معصوم کی مخالفت پر کیا محمول نہیں کیا جا سکتا؟ کیونکہ آپ نے ہر کوشش سے انہیں گرانے کی کوشش کی ہے۔

ج: درجات ایمانی والی روایت معتبر ہے (جس کا تذکرہ خود میں نے بھی اصول الشریعہ میں کیا ہے۔) مگر جن لوگوں کی طرف میرا روئے سخن ہے ان سے صرف درجات ایمانی کا اختلاف نہیں بلکہ توحید و تفویض کا اختلاف ہے شیعیت و شیخیت کا اختلاف ہے اور شرک و غلو کا اختلاف ہے۔ اس لئے اس حدیث کی مخالفت لازم نہیں آتی ہاں البتہ جو لوگ اس اختلاف کو ایمانی درجات کا اختلاف جانتے ہیں۔ (جیسے خود معترض) تو اُن پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ جب صرف درجاتِ ایمانی کا تفاوت ہے تو پھر ایک دوسرے کے خلاف یہ محاذ آرائی اور غوغا آرائی کیوں اور کس مقصد کے لئے ہے؟

س: آپ کی کتاب اصول الشریعہ کی پہلی فصل کی سُرخی ہے: "حق اور باطل کی باہمی کشمکش" کیا حق سے آپ کی ذات مراد ایمان اور باطل سے آپ کی مراد کفر ہے آپ نے ان آیات کو جو انبیاء کے حق میں نازل ہوئیں اپنی طرف منسوب کیا اور جو آیات کفر کے حق میں ہیں انہیں اپنے مخالفین کے لئے وقف کیا ہے کیا یہ حق و باطل کی جنگ ہے یا درجاتِ ایمانی کی۔ اسے انبیاء اور کفار کی جنگ کہنا کہاں تک درست ہے کیا آپ نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے حق و باطل کی حدود کو بالکل فراموش نہیں کیا۔ جب کہ روایت معصوم اس حد تک کی اجازت نہیں دیتی۔

کیا یہ جرأت علی المعصوم نہیں؟ کیا آپ کا یہ انداز انتہائی جارحانہ نہیں؟ کیا یہ امر غیروں کے لئے باعث تمسخر و تضحیک نہیں؟ کہ شیعہ علماء ایک دوسرے کے خلاف کفر و تکفیر کے فتویٰ صادر فرما رہے ہیں حالانکہ یہ قباحت علماء امامیہ میں کسی دور میں بھی اس شدت سے نہیں پائی جاتی۔ کیا یہ کشمکش محض درجاتِ ایمانی کے اختلاف کی وجہ سے نہیں؟ جس پر بقول معصوم کفر و تکفیر کا فتویٰ غیر آئینی ہے؟

ج: یہ جنگ حق و باطل کی ضرور ہے مگر اسلام و کفر کی نہیں ہے (کیونکہ ہر باطل کفر نہیں ہوتا۔) انبیاء کی شان اور کفار کے حق میں نازل شدہ آیات کے پیش کرنے سے

اسلام و کفر کی جنگ ثابت نہیں ہوتی۔ تشبیہ و تمثیل میں ایک وجہ شبہ ہوتی ہے زید کو یہ شیر کہنے سے زید میں شیر کی تمام صفات و علامات تلاش کرنا حماقت ہے۔

ایسے شدید اختلافات کے نمونے ہر دور میں مل جاتے ہیں۔ اطمینان قلب کے لئے مولانا سید محمد سبطین صاحب سرسوی کی کتاب "کشف الاسرار" دیکھی جا سکتی ہے ہاں البتہ پہلے کچھ ظاہری رکھ رکھاؤ ہوتا تھا مگر اس بے حیائی و ڈھٹائی کے دور میں وہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ ہمارا اختلاف رائے تو شائستہ تحریر و تقریر تک محدود تھا۔ یہ جارحانہ و مخربانہ اور مضحکانہ انداز کا ارتکاب ہمارے کرم فرماؤں نے کیا ہے لہذا جنگ جبائی کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے۔ مترجم یہ۔

س: آپ نے اپنی کتاب کا آغاز " حق و باطل کی باہمی کشمکش " سے کیا لیکن آپ نے حق و باطل کی کوئی ایسی تعریف پیش نہیں کی جو مذہب حقہ کے دونوں فرقوں کے لئے سند ہو اور آپ کے دعویٰ اہل حق کی دلیل بن سکتے۔ کتاب کی ابتدا میں قارئین کیسے تسلیم کرلیں کہ آپ اہل حق ہیں۔ کیا آپ نے خوش انتقام میں یہ ٹھوکر نہیں کھائی حالانکہ آپ اعلم العلماء ہیں۔ بہتر تھا کہ آپ اس پیش لفظ کی رام کہانی کو کتاب کے خاتمہ پر بطور نتیجہ بحث درج فرماتے تو شاید بعض لوگوں کے لئے مفید ہوتا۔ کیا مومنین کے ایک گروہ کو مثیل انبیاء اور دوسرے کو مثیل کفار ثابت کرنے کی کوشش کرنا سینہ زوری اور تحکم محض نہیں اور کیا مذہب اہل بیت میں اس کی شرعی اجازت ہے اور کیا یہ تمام بحث غیر متعلق نہیں۔ اصول الشریعہ چاپ جدید صفحہ ۵ پر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ " ہمیشہ اہل حق مظفر و منصور ہوں گے۔

اس بحث میں آپ نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ مثیل انبیاء اور آپ کے مخالف شیعہ علماء مثیل کفار ہیں سوال یہ ہے کہ کیا اجمالی ایمان کے بعد بھی کسی مومن پر کفر و تکفیر کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے اور جب حق علیؑ کے ساتھ ہے اور ولایت علیؑ کے قائل ہی اہل حق ہیں خواہ اجمالی طور پر تو کیا انہیں شرعاً اہل باطل قرار دینا جائز ہے ؟

ج:۔ حق و باطل کی تعریف کسی وضاحت و صراحت کی محتاج نہیں ہے ظاہر ہے کہ جو چیز قرآن کی آیات محکمہ اور سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے ارشادات صحیح و صریحہ کے مطابق ہو وہ حق ہے اور جو چیز ان کے خلاف ہو وہ باطل ہے اور ظاہری ایمان کے ساتھ شرک (خفی) اور عقیدۂ ولایت اہل بیتؑ کے ساتھ فسق جمع ہو سکتا ہے جیسا کہ آیت مبارکہ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ۔ کا مفاد ہے اسے "مصادرۃ علی المطلوب" قرار دینا منطقی اصطلاحات سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔

س:۔ آپ نے جن علماء سُو کا ذکر کیا ہے ان کا شہیدِ ثانی اور شہیدِ ثالث کے ساتھ مذہبی اختلاف تھا لیکن جن علماء کرام سے آپ مخاطب ہیں ان کا آپ سے مذہبی اختلاف نہیں۔ سوائے درجاتِ ایمانی کے۔ تو کیا آپ ان حالات میں علماء سُو کا فتویٰ دے سکتے ہیں؟ جبکہ ان کے نزدیک بھی دین کے اصول و فروع وہی ہیں۔ جن کے آپ معتقد اور پابند ہیں۔

ج:۔ جو بھی عالم کہلا کر دنیائے دوں اور ذاتی مفاد کی خاطر کتمان حق کرے اور حق اور اہلِ حق کی مخالفت کرے وہ علماء سُو کے زمرہ میں داخل ہے۔ کائناً من کان۔ الغرض اس چیز کا عقیدہ سے زیادہ عمل سے تعلق ہے۔

س:۔ اصول الشریعہ چاپ جدید صہ۵ پر آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

"مگر اخلاق و اطوار انبیاء کے وارث اس مقدس خانوادہ عصمت و طہارت کا ہمیشہ یہ شیوہ رہا ہے۔

وہ جفا کرتے رہے اور ہم دعا کرتے رہے۔"

سوال یہ ہے کہ کیا کسی کتاب میں آپ کی نظر سے گزرا ہے کہ معصومین نے اپنے قاتلوں اور دشمن کے حق میں دعا کی ہو جناب سیدہؑ کا خلیفہ اوّل پر ناراض ہونا اور تادم مرگ ظاہری ناراض رہنا۔ جناب امیرؑ کا حاکمِ شام کو قنوت میں بددعا کرنا اور مکتوبات میں جگرخوارہ کا بیٹا

کہنا اور امام حسینؑ کا مروان کو زنازادہ کہنا اور زیارتِ عاشورہ اور صحیفۂ رضویہ کے مضامین مصرعہ مندرجہ بالا سے متفق نہیں۔ ہاں اس مصرعہ سے آپ سادہ لوح مومنین کو متاثر کر سکتے ہیں علاوہ ازیں میں نے زیارات ناحیہ اور دعائے صنمی قریش کو عمداً ترک کر دیا ہے کہ شاید آپ اسے قولِ معصومؑ سمجھتے ہوں۔ کیا ان شواہد کی موجودگی میں معصومینؑ کے حق میں یہ کہنا کہ وہ اہلِ باطل کے حق میں دعا کرتے تھے۔ جراتٌ علی الحق نہیں۔ کیا یہ جوشِ انتقام نہیں اور کیا اس مصرعہ کو لکھتے وقت جلد بازی سے کام نہیں لیا گیا۔

ج:۔ جہاں تک اس مصرعہ "وہ جفا کرتے رہے اور یہ دعا کرتے رہے" کی صداقت کا تعلق ہے اس کے ثبوت میں علاوہ دوسرے بے شمار شواہد کے خود سرکارِ سرورِ کائناتؐ کی وہ دعا ہی کافی ہے جسے خالقِ کائنات نے جزوِ قرآن بنا کر نازل کیا ہے (جو آپ نے اپنے دشمنوں اور باطل پرستوں کے حق میں کی تھی۔) رَبِّ اهْدِ قَوْمِي إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ اور اگر بعض اوقات بعض معصومینؑ نے ظالموں کو بد دعا دی ہے تو وہ بھی بموجب لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ" مباح و روا ہے اور اگر ان کی تقلید میں تائی میں بعض اوقات علماءِ حق بھی ایسا کر گزرتے ہیں تو وہ اس میں حق بجانب ہیں۔

ع ہر سخن جائے و ہر نکتہ مقامے دارد؟

مگر ع جس کی عقل ہو موٹی وہ کیا جانے؟

ے ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجا است

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند!

س:۔ اصولِ عقائد میں تقلید کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں آپ کا صحیح فیصلہ کیا ہے کیونکہ اصول الشریعہ صفحہ ۲ پر آپ اس کا فیصلہ نہیں کر سکے۔ بلکہ آپ نے اس مسئلہ میں شبہات پیدا کر کے اسے اور الجھا دیا ہے؟

ج:۔ میرے نزدیک اقویٰ یہی ہے کہ اصولِ عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے کیونکہ

اصولِ عقائد میں علم و یقین درکار ہے جو کہ تقلید سے حاصل نہیں ہوتا۔

س ۱۔ جب ایمان کے دس درجے ہیں تو کیا ہر درجہ کے مومن کے لئے اصولِ عقائد میں خبرِ واحد سے تمسک کرنا غیر معقول ہے؟ کیا احادیث آحاد کو شیعہ کتب سے خارج کر دینے میں دین کی حفاظت ہو گی۔ جب کہ اکثر احادیث آحاد غلو اور تفویض کی موجب ہیں تو ان علماء امامیہ نے اپنی کتب میں کیوں جگہ دی۔ کیا یہ ہر درجہ کے مومن کے لئے بیکار ہے؟ کیا شیخ ابو جعفر طوسی اور علامہ حلی جیسے جلیل القدر علماء خبرِ واحد پہ اعتماد کرتے تھے۔ آپ نے اس سلسلہ میں اقوالِ علماء پیش کئے ہیں کیا اس عنوان کی تائید میں آپ قولِ معصوم پیش کر سکتے ہیں علاوہ ازیں آقائے شعرانی ان پہ اعتماد کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ سید حسین لکھنوی فرماتے ہیں کہ بعنوان بالا پہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ سرکار غفرانمآب اور شہید ثانی ان پہ اعتماد کو غیر معقول سمجھتے تھے کیا ان اصطلاحات میں شرعاً کوئی فرق ہے؟

ج: یہ کہنا بالکل غلط اور خلافِ حقیقت ہے کہ حضرت شیخ طوسیؒ یا علامہ حلیؒ اصولِ عقائد میں اخبار آحاد پہ اعتماد کرتے ہیں بلکہ ان کا مؤقف بھی دوسرے اعلام کی طرح عدم جواز ہے۔ ہاں وہ بھی دوسرے عام فقہاء شیعہ کی طرح فروعی احکام میں ان پہ اعتماد کرتے ہیں (وَ هُوَ الْحَقُّ) جبکہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ فروع میں بھی ان کو قابلِ اعتماد نہیں جانتے اور جہاں تک اخبار آحاد کو کتابوں سے خارج کرنے والی غیر دانشمندانہ تجویز کا تعلق ہے وہ اس لئے غلط ہے کہ یہی اخبار آحاد باہم مل کر کبھی کبھار تواتر معنوی کا فائدہ دیتی ہیں اور علماء اعلام کے یہ اقوال و آراء قولِ معصومؑ کے وجود کے کاشف ہیں مطلب سب کا ایک ہے کیونکہ ان کے مذہب میں ذاتی رائے اور قیاس پہ عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ باقی رہا ناجائز اور غیر معقول وغیرہ الفاظ۔ تو یہ صرف تعبیر کا فرق ہے۔

س :۔ عالیجاہ مسئلہ تقلید فی الاصول کے بارے میں ایک سوال ہے کہ جب ایمان و معرفت میں ہر لحظہ اضافہ کا امکان عقلی موجود ہے۔ خواہ مومن مجتہد ہو یا غیر مجتہد۔ تو کیا اصول عقائد میں تقلید ممکن ہے اور اگر مجتہد بلند درجہ ایمان پر فائز ہو جائے تو مقلد کے لئے کیا حکم ہے جبکہ وہ اس درجہ معرفت کا متحمل نہ ہو؟

ج :۔ جب اصول عقائد میں تقلید جائز ہی نہیں تو اس ایراد میں کیا وزن باقی رہ جاتا ہے؟

س :۔ امور تکوینی کے بارے میں آقای روح اللہ خمینی آپ کے عقائد سے اختلاف رکھتے ہیں وہ کون سی دلیل شرعی ہے کہ جس سے آپ کے عقیدہ کو آقای خمینی کے عقیدہ پر ترجیح دی جائے۔ آقائے خمینی کی اصطلاح خلافت تکوینیہ سے کیا مراد ہے؟

ج :۔ بظاہر تو کوئی اختلاف نہیں ہے سب اعلام شیعہ کے نزدیک امور تکوینیہ میں ان ذوات مقدسہ کو مقام وسیلہ میں ولایت تکوینی حاصل ہے جسے دوسرے لفظوں میں خلافت تکوینیہ بھی کہا جاتا ہے یعنی سب علماء حق کا عقیدہ یہ ہے کہ خلاق عالم امور تکوینیہ (خلق و رزق اور موت و حیات وغیرہ) کو ان ذوات مقدسہ کے وسیلہ اور صدقہ میں انجام دیتا ہے نہ یہ کہ یہ ذوات مقدسہ بطور وظیفہ و فرض منصبی بنفس نفیس ان امور کو انجام دیتے ہیں۔

ع اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

یار لوگوں نے تو " انتم سکاری " کو چھوڑ کر " لا تقربوا الصلوۃ " پر عمل کرتے ہوئے سرکار آقای خمینی مدظلہ اور میرے عقائد و نظریات کے اختلاف سے متعلق بڑے بڑے پوسٹر شائع کئے ہیں۔ آدھی سطر ان کی کتاب سے لے لی ایک آدھ جملہ میری کسی کتاب سے لے لیا۔ اور پھر باہمی اختلاف کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا حالانکہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اگر ان ڈھنڈورچیوں میں ہمت و جرأت ہے تو اس طرح کریں مثلاً میں کہتا ہوں کہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام مقام اعجاز عنائی میں خلق کر سکتے ہیں اور

روزی دے سکتے ہیں مگر بطور فرضِ منصبی ان امور کا انجام دینا ان کا کام نہیں۔ یہ لوگ ثابت کریں کہ آقای خمینی بطور فرضِ منصبی ان امور کی انجام دہی ان ذوات مقدسہ سے متعلق سمجھتے ہیں یا میں یہ کہتا ہوں کہ سرکار محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کی نوع علیحدہ نہیں بلکہ وہ نوع انسان کے افضل و اکمل افراد ہیں تو یہ ثابت کریں کہ آقای موصوف کے نزدیک یہ انسانی نوع سے خارج ہیں؟ یا ان کی نوع جداگانہ ہے؟ وعلیٰ ہذا القیاس دوسرے عقائد کا معاملہ ہے! اور اگر بالفرض ان لوگوں نے ایسا کوئی اختلاف ثابت کر دیا تو چونکہ میں نے اپنے موقف کی صحت پر عقلی و سمعی دلائل پیش کر دیئے ہیں۔ اہل دانش و بینش خود فیصلہ کریں گے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

س ۱۰ اصول الشریعہ صفحہ ۲۳ پر آپ نے جناب رسولِ خدا کی ایک حدیث درج فرمائی ہے جس کا ترجمہ ہے۔ " مجھے میرے حقیقی مرتبہ و مقام سے نہ بڑھاؤ کیونکہ خداوند عالم نے مجھے مرتبہ نبوت عطا کرنے سے قبل اپنا بندۂ خاص بنایا ہے" آپ کے نزدیک یہ تقدم و تاخیر ذاتی ہے یا زمانی۔ اگر زمانی ہے تو کیا آپ نشاندہی کر سکتے ہیں کہ کتنا عرصہ وہ بغیر نبوت کے رہے۔ اس کو تقدم یا تاخیر ذاتی پر محمول کرنے میں کون سی قباحت ہے اس میں عرصہ کی قید بھی ختم ہو جاتی ہو۔ جس طرح آپ یہ فرمائیں گے کہ میں پاکستانی پہلے اور پنجابی بعد میں ہوں۔ اس میں کسی زمانہ کے لئے آپ کے پنجابی ہونے کی نفی نہیں ہوتی اور نہ پاکستانی اور پنجابی ہونے کے درمیان کوئی فاصلہ ہے کیا اس کا آسان اور صحیح مفہوم یہ نہیں کہ نبی ہر حال عبد ہے معبود نہیں اور باوجود نبی ہونے کے وہ اپنی عبدیت کو مقدم سمجھتا ہے۔

ج میں نے اصول الشریعہ میں تقدم و تاخر۔ ذاتی و زمانی کی بحث چھیڑی ہی نہیں ہے۔ ہاں آپ چونکہ آپ نے اس کا تذکرہ کیا ہے تو اجمالاً عرض ہے کہ جہاں تک حضرات انبیاء میں " صلوحِ نبوت " کا تعلق ہے اس کے اعتبار سے تو عبدیت و نبوت میں تقدم و تاخر

یقیناً ذاتی ہے زمانی نہیں ہے مگر جہاں تک عبدیت اور فعلیت نبوّت (اظہار و اعلان نبوّت) کا تعلق ہے تو اس کے لحاظ سے یہ تقدم و تاخر زمانی بھی ہو سکتا ہے۔ کما لا یخفی۔

س: کیا شرح جوشن کبیر میں آپ ملّا ہادی سبزواری کی بحث در باب وجودات ثلٰثہ مثلاً (خالق۔ خلق۔ مخلوق) (آمر۔ امر۔ مامور) (صانع۔ صنع۔ مصنوع) کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ کیا خلق۔ امر اور صنع وجودات میں ایک تیسرا وجود نہیں رکھتے۔

ج: سبزواری مرحوم کے وجودات ثلٰثہ والی بحث سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ یہ عرفان بافی ان لوگوں کو مبارک ہو جو کہتے ہیں۔ ے

اصل شہود شاہد و مشہود ایک ہے
حیران ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں؟

س: آپ نے اپنی کتاب اصول الشریعہ کے پیش لفظ کے آخر میں ایک شعر علامہ اقبالؒ کا درج فرمایا ہے جس کا مصرعہ ثانی ہے۔ ع

کہہ ڈالے قلندر نے اسرار کتاب آخر

کیا اپنے منہ اپنی تعریف کرنا اور پھر اس انداز سے طریقہ عقلائی ہے کیا یہ تکبر نہیں کیا اکثر علماء اعلام کی اکثر تاویلات جو آپ نے پیش کی ہیں۔ اور جن کا انحصار علوم ناقصہ و اکتسابیہ ہے محض ظنی نہیں کیا یہ علوم حامل اسرار الٰہیہ ہیں یا علوم وہبیہ۔ کیا ہم تاویلات کو اسرار الٰہیہ کہہ سکتے ہیں۔ کیا ان علوم ناقصہ کو علامہ محمد باقر مجلسی علم کی بجائے تقلید نہیں کہتے؟

ج: نہیں۔ یہ بات اپنے منہ سے اپنی تعریف کے زمرہ میں نہیں آتی بلکہ اسے (اَمّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ) کے طور پر اظہار حقیقت اور تحدیث نعمت کہا جاتا ہے۔ جس کا قولاً و عملاً اظہار کرنے کا شرعی حکم ہے۔

س: آپ کی ضیافت طبع کے لئے علامہ اقبال کا ایک شعر عرض کرتا ہوں کیونکہ آپ نے اپنی کتب میں اکثر اشعار لکھے ہیں۔ ہے

ے قلندر جُز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا

فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

کیا اس شعر کے اعتبار سے آپ کے لئے مصرعہ اوّل موزوں ہے یا مصرعہ ثانی مناسب! مصرعہ اوّل کے اعتبار سے کیا آپ دعویٰ قلندریت کر سکتے ہیں جبکہ آپ فقیہہ ہیں اور قلندر و فقیہہ بقول علامہ اقبال آپس میں متضاد ہیں قلندر کا علم خدا کی طرف سے فیضان ہے جبکہ فقیہہ کا علم کسب و اکتساب سے ہے کیا یہ دعویٰ عدم تدبّر کی وجہ سے تو نہیں۔ آپ کے اس دعویٰ کی شرعی حیثیت کیا ہے جب کہ آپ اپنے مقام پر شریعتمدار بھی ہیں؟

ج: فقیہہ قلندر کے درمیان فرق کے سلسلہ میں جو موشگافی کی گئی ہے وہ ملائی ذہن کی غمازی کرتی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہاں قلندر سے مراد وہ مرد حق بین و حق آگاہ ہے جسے اظہار حق سے کوئی دنیوی مصلحت و مفاد مانع نہ ہو۔ وَلَا مُشَاحتہ فِی الْاِصطلاح یہ موشگافی خود عدم تدبّر کا نتیجہ ہے۔

ع سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است

س: اصول الشریعہ چاپ جدید صفحہ ۵۵ پر آپ نے جو کتب کی عظمت کا معیار بیان کیا ہے وہ یہ ہے۔

"اگر کسی کتاب کے خلاف شدید جذبات ابھریں اور اسی اہتمام سے حامیوں نے کتاب کی تائید میں گرمی دکھائی تو اغلب خیال یہی ہوتا ہے کہ اس کتاب نے لوگوں کی فکر پر گہرا اثر ڈالا ہے۔"

آپ لفظ عظمت کا یہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ یہ کتب قابل قبول ہیں جو معیار

مسٹر ڈونلڈ نے قائم کیا ہے اس کا تعلق کتاب کے اثر سے ہے اس کے حق پر مبنی ہونے سے نہیں ۔ اس قسم کی اور بھی عظیم کتابیں موجود ہیں جو بے دینی کی طرف دعوت دیتی ہیں۔ مثلاً مرزا غلام احمد آنجہانی کی تصنیفات اور خاص کر سواس دیانند کی کتاب ستیارتھ پرکاش ۔ یہ کتب بلا شبہ آپ کی کتب سے عظیم تر ہیں ۔

ج :۔ یہ معترض کی خوش فہمی ہے کہ عظمت کے معنی "قابل قبول کر رہے ہیں" ورنہ میں نے کہیں بھی اس لفظ سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا بلکہ میری عبارت میں وارد شدہ اس لفظ کے وہی معنی مراد ہیں جو اس قسم کے مواقع پر مراد لئے جاتے ہیں اور اس معنی کے اعتبار سے یقیناً نام بردہ کتابیں بھی عظیم ہیں یعنی غیر معمولی ہیں اور میری کتابیں بھی اس حوالہ سے اس سے زیادہ کچھ ثابت کرنا مقصود نہیں ہے ۔

س :۔ کیا آپ اپنی کتب کے مندرجات کو حق کا درجہ دیتے ہیں اور ان میں پیش کردہ عقائد کو عین حقیقت سمجھتے ہیں جبکہ ان کا تعلق زیادہ تر ان تاویلات سے ہے جن کا مدار ظنیات پر ہے۔ کیا ظن حق کا فائدہ دے سکتا ہے کیا ہو سکتا ہے کہ آنے والے وقت میں مزید غور و خوض کے بعد آپ کے بعض عقائد میں تبدیلی ہو جائے ؟

ج :۔ قانونِ قدرت و آئین فطرت یہی ہے کہ ایک صاحب عقل و خرد جب تک کسی بات کو حق نہیں جانتا اس وقت تک اسے اختیار نہیں کرتا بنا بریں میں نے جو عقائد اپنی کتابوں میں پیش کئے ہیں انہیں حق سمجھ کر ہی اختیار کیا ہے اور بفضلہ تعالیٰ ان عقائد و نظریات کا دار و مدار تاویلات ظنیہ پر نہیں بلکہ نصوص صریحہ صحیحہ اور محکمہ پر ہے جو کہ قطعی و یقینی ہیں ۔ (الا ما شذ و ندر والنادر فی حکم المعدوم)

س :۔ کیا جو کچھ آپ نے پیش کیا ہے یہی آپ کا عقیدہ ہے جو شبہات سے پاک ہے یا صرف جوابی کارروائی ہے کہ آپ کے مخالفین سمجھ لیں کہ روایات و تاویلات کا کافی ذخیرہ ان کے عقائد کے خلاف بھی موجود ہے ؟

ج :۔ بحمدہٖ تعالیٰ میرا قلبی عقیدہ وہی ہے جو میں نے اپنی کتابوں میں پیش کیا ہے یہاں بفضلہٖ تعالیٰ تقریر و تحریر میں کوئی تضاد و اختلاف نہیں ہے۔

؎ کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

تقریر و تحریر میں اختلاف و تضاد کا طعنہ دینے والے اپنے آئینہ میں دوسروں کو نہ دیکھا کریں۔

س :۔ پرویزیت کے بارے میں آپ کا کیا مطالعہ ہے؟

ج :۔ یہ اسلام کی ایک مسخ شدہ شکل ہے یہ حدیث کے بالکل منکر ہیں گو بظاہر یہ کہتے ہیں کہ حدیث وہی قابل قبول ہے جو قرآن کے موافق ہو اور جو قرآن کے مخالف ہو وہ مسترد کی جائے گی۔ اب سوچنا یہ ہے کہ قرآن کے خلاف ہونے کا کیا معیار ہے؟ یہ لوگ اپنی سوچ کو معیار سمجھتے ہیں۔ اپنی سوچ ہی کو اقداری سمجھتے ہیں ان کی ذاتی تاویلیں ایسی ہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ ان کا یہ دعویٰ کلمۃ حق یراد بہا الباطل کا مصداق ہے پرویز صاحب کی تاویلات دیکھ کر بے ساختہ اقبال کی یہ رباعی زبان پہ آجاتی ہے۔

؎ زما بر صوفی و ملا سلامے ۔ کہ پیغام خدا گفتند ما را
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت ۔ خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

س :۔ سعادت الدارین کے حوالے سے ایک روایت کی وضاحت چاہتا ہوں آپ کے نزدیک سیدہ زینبؑ کا مزار کون سے مقام پہ ہے؟

ج :۔ اس میں مؤرخین کا شدید اختلاف ہے۔ مصر کی روایات بھی ملتی ہیں بعض علماء (جن میں قبلہ حضرت ناصر الملت بھی شامل ہیں) یہ جناب عالیہ بی بی کی وفات اور مزار مدینے میں مانتے ہیں۔ میری ناچیز تحقیق کے مطابق بھی مدینے میں مزار کا ہونا

زیادہ قابلِ اعتبار ہے اگرچہ مورخین زیادہ شہرت مصر کو اور عوام زیادہ شہرت
شام والی روایت کو ہے حالانکہ یہ روایت درایت کے اعتبار سے کمزور ہے
واللہ العالم وہو الموفق میں نے سعادۃ الدارین میں لکھا ہے کہ خدا توفیق دے تو تینوں
مقامات پر اس معظمہ کی زیارت کرنی چاہیئے ۔ واللہ العالم وھو الموفق

س:۔ لاہور سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس پر روزنامہ "جنگ" میں
تبصرہ ہوا تھا ۔ یہ کتاب بی بی پاک دامن سے متعلق ہے آپ کی تحقیق کے مطابق کیا
رقیہ بنت علیؑ کا مزار لاہور میں ہونا درست ہے ؟

ج:۔ نہ صرف میں بلکہ تمام علماء شیعہ کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ حضرت امیر
المومنینؑ کی صلبی بیٹیوں کے لاہور میں تشریف لانے کی کوئی حقیقت نہیں ہے ممکن
ہے یہ سید زادیاں ہوں اور پاکدامن بھی ہوں لیکن امیر المومنینؑ کی کسی شہزادی کا لاہور
میں آنا کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے اور جبرئیل وحی ہمارے پاس لاتے نہیں ۔ جناب
رقیہؑ خاتون کے مزار کی شہرت شام میں ہے لیکن درحقیقت ان کا مزار مدینہ میں
ہے ۔ اب انہدام قبور کے بعد اس مظلوم بی بی کا مزار بھی موجود نہیں ہے نیز یہ بھی
واضح ہے کہ جناب رقیہؑ کو حضرت ابوالفضل العباسؑ کی سگی بہن قرار دینا بھی فاش
تاریخی غلطی ہے ۔ وہ عمر و اطرف کی سگی بہن ہیں سرکار وفا کی کوئی سگی بہن پیدا ہی
نہیں ہوئی تھی ۔ فتدبّر ۔

س:۔ کیا آپ نے اپنی کسی کتاب میں لکھا ہے کہ ہند زوجہ یزید لع پہلے حضرت سید الشہداءؑ
کے حرم میں تھی ؟

ج:۔ صرف میں نے ہی نہیں بلکہ آغای ناصر الملت نے "ہدایات ناصریہ" اور دوسرے
بہت سے اہل علم و تاریخ نے بھی اپنی کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ یزید سے پہلے
ہند حضرت سید الشہداءؑ کی زوجیت میں تھی ۔ اب ہند کے ایمان

اور عقیدہ کے بارے میں جو افسانے گھڑے جاتے ہیں کہ وہ مومنہ تھی اور ایسی تھی اور ویسی تھی تو اس نے خاندانِ رسولؐ سے ناطہ توڑا کیوں؟ اور یزید پلید کے ساتھ رشتہ جوڑا کیوں؟ بہر حال امام حسینؑ سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد وہ مختار تھی جس سے چاہتی عقدِ ازدواج کرتی اس سے امامؑ کی شان میں کیا فرق پڑتا ہے؟

س:۔ نادِ علی کے بارے میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟

ج:۔ اس موضوع پر میں نے اصول الشریعہ میں تفصیل سے بحث کی ہے خلاصہ یہ کہ اگرچہ نادِ علیؑ پر روائی طور پر کافی بحث کی جا سکتی ہے کہ اس کا راوی کون ہے آیا یہ کسی امام سے منقول ہے یا نہیں؟ اس کا شان ورود کیا ہے آیا یہ جنگ خیبر میں نازل ہوا یا جنگ احد میں؟ لیکن بطور وسیلہ اور بدیں جا مطلوبیت اس کے پڑھنے میں کوئی اشکال نہیں ہے یہ پڑھا بھی بطور وسیلہ جاتا ہے جیسا کہ مصرعہ "کل غم و غم سینجلی بولایتک یا علی" کی بابت توسّل سے ظاہر ہے کہ "یا علی ہر غم آپ کی ولایت کی برکت سے دور ہو جائے گا۔

س:۔ آپ نے قوانین الشریعہ میں لکھا ہے کہ سہم امامؑ زمانۂ غیبت میں ساقط ہے اس کی وضاحت کر دیں؟

ج:۔ میں نے اسی کتاب میں اس مسئلہ کی کماحقہ وضاحت کر دی ہے کہ غیبت کبریٰ میں امام زمانہ نے اپنے شیعوں کے لئے اپنا سہم (حصہ) مباح کر دیا ہے جو کچھ میں نے روایات میں پڑھا اور علماء سے سُنا تھا وہ لکھ دیا ہے دراصل یہ ایک انتہائی اختلافی اور پیچیدہ مسئلہ ہے میں نے کافی بحث و تمحیص کے بعد یہ لکھا ہے کہ گو سہم امام کا وجوب ساقط ہے مگر انسان کو احتیاط کرنی چاہیئے سہم امام بھی ادا کرنا چاہیئے۔

س:۔ خمس کے بارے میں قوانین شریعہ میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ یہ غیر سادات کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ اور کارِ خیر پر بھی صرف کیا جا سکتا ہے اس کی وضاحت کر دیں؟

ج:۔ جو کچھ سوال میں مذکور ہے یہ میں نے صرف سہم امامؑ کے متعلق لکھا ہے اور جہاں

تک سہم سادات کا تعلق ہے وہ تو صرف سادات کرام کے ساتھ مخصوص ہے سارے
فقہائے امامیہ کا یہی فتویٰ ہے کہ اگر سہم امام سادات کی ضروریات سے بچ جائے تو اس
کو ہر اس کار خیر پر صرف کیا جا سکتا ہے جس کے متعلق یقین ہو کہ امام زمانہ یہاں خرچ
کرنے پر راضی ہوں گے اس طرح یہ سہم مبارک ان غیر سادات پر صرف کیا جا سکتا ہے
جو ایمان دار ہوں اور حاجتمند، نیز ایسے دینی مدارس پر بھی صرف کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ
اس کا بہترین مصرف ہے اور مدارسِ دینیہ کا قیام اور ان کا استحکام عصرِ حاضر کی
اہم دینی ضرورت ہے۔

س :۔ آپ کی کتاب اصول الشریعہ میں چونکہ اصولِ عقائد سے بحث کی گئی ہے اور
مسئلہ مندرجہ ذیل کا تعلق بھی عقائد سے ہے گو آپ کی کتب میں اس پر مخصوص بحث
نہیں کی گئی لیکن میرے خیال میں یہ آپ کی تعلیمات کے مطابق ہے اس لئے ضروری
سمجھتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں اسے برائے حل پیش کیا جائے۔ اس مسئلہ کا تعلق اس
استفسار سے ہے جو مولوی محسن علی سبزواری اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے جناب علامہ سید
ناصر حسین مجتہد لکھنوی سے دریافت کیا استفسار اور اس کے جواب کا خلاصہ پیش خدمت
ہے۔

خلاصۂ استفسار :۔ کیا ملائکہ قرأت و کتابت جناب امیرؑ نے کسی استاد
سے اکتساباً حاصل کیا یا نہیں ص اللہ حاصل تھا کہ اس سلسلہ میں آپ کو ان کے استاد کا نام
معلوم ہے (محسن علی)

خلاصۂ جواب :۔ ممکن ہے کہ یہ ملکہ جناب امیرؑ نے کسی استاد سے اکتساباً حاصل
کیا ہو مگر مجھے نام اس استاد کا معلوم نہیں (ناصر حسین)

میرا سوال یہ ہے کہ کیا آپ کا عقیدہ مفتی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ کے فتویٰ
کے مطابق ہے یا آپ اس سے اختلاف رکھتے ہیں مجھے اس مسئلہ میں صرف آپ کے

فتویٰ کی ضرورت ہے بحث کی نہیں کیونکہ بحث اس موضوع پر کشف الاسرار میں کافی ہو چکی ہے۔

ج :۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔

س :۔ علامہ سیّد غلام حسین کنتوری آپ کے پسندیدہ علماء میں سے ہیں کیا آپ کو ان کی تحقیق سے اتفاق ہے کہ جناب امیرؑ کو جبرئیل کا استاد کہنا غلط ہے چونکہ جبرئیلؑ معلم رسولؐ ہیں اور اس طرح حضرت امیرؑ کی حیثیت رسولؐ اللہ کی نسبت استاذ الاستاد کی ہو جائے گی۔

ج :۔ مجھے جناب علامہ کے جواب سے اتفاق نہیں ہے۔

س :۔ تو پھر اس سلسلے میں آپ کی خود کیا نظریہ رکھتے ہیں؟

ج :۔ جہاں تک جناب امیر علیہ السلام کا تعلق ہے ان کا ایک معلّم خدا ہے اور دوسرا رسولِ خداؐ۔ الغرض نبی و امام علم وہبی و لدنّی کے حامل ہوتے ہیں نہ کہ کسبی و اکتسابی کے۔

س :۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ امام حسینؑ کی آخری نماز کو مشکوک جانتے ہیں کہ بدن اور لباس خون آلودہ تھے کیا یہ درست ہے کیا آپ یہ عقیدہ رکھتے ہیں؟

ج :۔ العیاذ باللہ یہ میرا ان کی دشمن نے اُڑائی ہو گی۔
ورنہ امام عالی مقام کے متعلق کوئی مسلمان بلکہ کوئی صاحب عقل و علم انسان ایسا وہم و گمان بھی نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس مشکوک النسب نے یہ تہمت تراشی ہے وہ فقہ جعفریہ کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہے۔ ورنہ یہ فقہ کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ ہر شہید راہ خدا کا غسل اس کا خون اور اس کے خون آلودہ کپڑے اس کا کفن ہوتے ہیں تو جب عام شہید کا یہ حکم ہے تو جو امام معصوم ہونے کے علاوہ سیدالشہداءؑ بھی ہو اس کے متعلق اس قسم کے فاسد نظریہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ب س: وسیلے کا مفہوم آپ کے نزدیک کیا ہے کیونکہ آپ نے یہ کہہ کر کہ" محمدؐ و آلِ محمدؐ اللہ سے لیکر مخلوق کو دیتے ہیں "؛

اصل معنی وسیلہ کو رد کیا ہے اس کی وضاحت فرمائیں۔ اور وسیلے کے جس معنی کا آپ نے تعین کیا ہے کہ وہ بہ ایں معنی وسیلہ ہیں کہ اللہ نے ان کے لئے زمین و آسمان تخلیق کئے اگر یہ نہ ہوتے تو اللہ زمین و آسمان خلق نہ کرتا اگر یہی مفہوم ہے وسیلے کا تو اس میں تو ہم بھی شامل عرض ہیں!

ج: جہاں تک وسیلہ کے مفہوم و معنی کا تعلق ہے میں نے ان دو معنوں میں سے جو اس سوال میں مذکور ہیں کوئی ایک بھی بیان نہیں کیا۔ بلکہ اس کے دو معنی قرآن و سنت کی روشنی میں متعین کئے ہیں۔

(۱) ان ذوات مقدسہ کا واسطہ دے کر خالق و مالک سے سوال کیا جائے جیسے یا اللہ بحق محمدؐ و آل محمدؐ میرا فلاں کام کر (اور یہ طریقہ افضل ہے)

(۲) خطاب ان ذواتِ مقدسہ کو کیا جائے مگر اس طرح استدعا کی جائے کہ آپ میرا فلاں کام خدائے رحمان سے کرا دیں۔

س: عالیجاہ! آپ کے عقائد پر تبصرہ و تنقید تو علماء کا کام ہے میں ایک عام شیعہ ہونے کی حیثیت سے آپ سے ایک سوال کر رہا ہوں کہ اگر تمام قوم لوازم شرعی کے ساتھ پاکستان میں آپ کی اعلمیت کو تسلیم کرے تو آپ کون کون سی ضروری اصلاحات نافذ کریں گے کہ جس سے قوم کا دین اور دنیا سدھر جائے اور آپ کو اگر قوم کی مکمل قیادت حاصل ہو جائے تو آپ غلاۃ مفوضہ اور شیخیہ کے ساتھ شرعی لحاظ سے کیا سلوک کریں گے نیز کیا آپ اپنے نام کے ساتھ ان حالات میں لفظ امام کو پسند فرمائیں گے۔ جس طرح آقائے خمینی کے ساتھ لفظ امام رائج ہے؟

ج: میرا ہرگز ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے مقام شکر ہے کہ خدا نے میرے دماغ میں قیادت

کا کیڑا ہی پیدا ہی نہیں کیا اور نہ ہی یہ بوجھ میں اپنے کمزور کاندھوں پہ اٹھانے کے لئے تیار ہوں ۔ ہاں بموجب این کہ " فرض محال محال نباشد" ! بالفرض اگر گردشِ روزگار سے زمام کار میرے نحیف ہاتھ میں آجائے ۔ تو میں قوم کو منہاجِ نبوت و امامت پر چلاؤں گا اور اپنے لئے لفظ امام کا اطلاق اور نہیں سمجھوں گا اور غلاۃ و مفوضہ اور دیگر اہلِ زیغ و ضلال کے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو جناب امیرالمومنین ؑ نے اپنے ظاہری دورِ خلافت میں ایسے لوگوں سے کیا تھا ۔ واللہ الموفق ۔

س : کیا علی ولی اللہ جزو اذان ہے ؟

ج : نہیں ! یہ شہادت بالاتفاق جزو اذان و اقامت نہیں ہے ہاں البتہ یہ کلمۂ ایمانیہ کا جزو ہے ۔ اذان کے کل اٹھارہ فصول و اجزاء ہیں جن میں شہادت ثالثہ شامل نہیں ہے مگر آج تو اہلِ منبر کی تبلیغ کے نتیجہ میں قوم بہت آگے نکل گئی ہے اور اذان کے علاوہ نماز کے تشہد میں تیسری شہادت پڑھ رہی ہے اور آج اسے سب سے بڑا محبِ اہلِ بیت ؑ سمجھا جاتا ہے جو تشہد میں یہ پڑھے اور جو نہ پڑھے یا پڑھنے کا فتویٰ نہ دے وہ دشمنِ اہلِ بیت ؑ ہے (العیاذ باللہ) حالانکہ قرآن ۔ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے فرمان اور علماء اعلام کے کلام سے اس کا جواز ثابت نہیں ہے ۔

س:۔ کیا حضرات محمدؐ و آل محمدؐ کے تمام موجودات سے پہلے ارادہ خداوند متعال سے خلعت وجودی میں جلوہ افروز ہونے کے آپ قائل ہیں؟

ج:۔ ہاں خلقت روحانی و نورانی کے اعتبار سے میں سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کو تمام مکونات ارضی وسماوی میں سے اول مخلوق جانتا ہوں گو ظاہری بدنی و جسمانی خلقت کے اعتبار سے ان کو اولادِ آدمؑ اور بنی نوع انسانی کے افراد کاملہ مانتا ہوں اور یہی مذہب شیعہ کا عقیدہ ہے۔

س:۔ کیا حقیقت نورانیہ محمدیہ حقیقتاً طینت بشر کے علاوہ ہے؟

ج:۔ طینت و بشریت کا تعلق ان ذوات مقدسہ کی ظاہری و جسمانی خلقت سے ہے کہ خالق حکیم نے انکو حقیقی انسان کامل بنا کر دنیا میں بھیجا۔ ان کی اولی و روحانی خلقت سے طینت و بشریت کا تعلق نہیں ہے کیونکہ روح جسمانی و بدنی عوارض سے مبرا ہے۔

س:۔ کیا محمدؐ و آلِ محمدؐ موجود لاہوتی ہیں جو کہ ارادۂ خداوندی سے لباس بشری پہن کر عالم ناسوت میں ناسوتیوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اس ہیکل میں ظاہر ہوئے جیسا کہ جبرئیلؑ بھی کبھی کبھی لباس بشری میں آتے تھے اس بارے میں آپ کے کیا نظریات ہیں؟

ج:۔ یہ شیخیوں کا عقیدہ ہے جس کا مکمل ابطال میں نے اصول الشریعہ کے پہلے باب میں ناقابل رد دلائل سے کر دیا ہے شیعی عقیدہ یہ ہے کہ خالق حکیم نے جب ان کو دار دنیا میں بھیجنا چاہا۔ تو حقیقتاً ان کو انسانی نوع کا فرد کامل و اکمل بنا کر پیدا کیا۔ ایسا نہیں ہے کہ ظاہر میں انسان اور باطن میں کچھ اور ہوں یہ عقیدہ کہ یہ حضرات ہر نوع کو اس کی شکل میں جا کر ہدایت کرتے ہیں۔ یہ شیعی عقیدہ نہیں ہے بلکہ شیخی نظریہ ہے۔

س:۔ طوالع الانوار صفحہ ۲۳ مطبوعہ ایران پر امیرالمومنینؑ کا فرمان ہے جس کا ترجمہ ہے

ا۔ "ہم ہیکل بشری میں رکھے ہوئے اسرار خداوندی ہیں ہمارا مرنے والا مردہ نہیں۔ ہمارا غائب۔ غائب نہیں ہمیں منزل توحید سے نیچے رکھو اور لوازمات بشری سے بلند رکھو پھر ہماری عظمت شان میں جو کچھ بیان کر سکتے ہو کرو۔" کیا آپ مندرجہ بالا روایت کو

معتبر مانتے ہیں نیز اس پہ آپ کیا تبصرہ فرمائیں گے۔

ج :۔ اس قسم کی روایات پہ ہم نے "رواتیہ و درایتیہ" میں نے اصول الشریعہ کے مقدمہ میں تبصرہ کر دیا ہے خلاصہ یہ کہ اس قسم کی مرسل و مقطوع السند روایات و خطبات کا جا بجا تسلیم (حالانکہ مقام اعتقاد میں آیاتِ محکمات یا روایات متواترات کی ضرورت ہے) اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں : چونکہ یہ ذواتِ مقدسہ خالق اور عام مخلوق کے درمیان وسیلہ ہیں اس لئے وہ نہ خدا جیسے ہیں اور نہ نقص و عیب اور گناہ و عصیان میں عام مخلوق جیسے ہیں۔ بلکہ وہ عالم علم اللّدنی اور معصوم ہستیاں ہیں جن کو خالق حکیم نے ہدایت خلق کے لئے اس عالم رنگ و بو میں بھیجا ہے اس لئے فضل و کمال میں ان کو وہ بلند مقام و مرتبہ حاصل ہے کہ

" لا یقاس بآل محمد احد من الناس "

" ان پر کسی آدمی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا" (نہج البلاغہ)

س :۔ صحیفۃ الابرار جلد اول صفحہ ۱۸۵ مطبوعہ کویت میں امیر المومنینؑ خطبہ طازجیہ میں تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

" امام وہ ہے جو کائنات کا مرکزی نقطہ اور دائرے کا قطب اور ممکنات کا راز اور جلالِ کبریائی کی شان ہے۔"

جس طرح آپ نے خطبۃ البیان کی نفی فرمائی ہے کیا آپ اس خطبہ کی بھی نفی فرمائیں گے یا اس کی تائید کریں گے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے فضائل باطنیہ کی روایات کو ماننے سے آپ گریز کیوں کرتے ہیں مندرجہ بالا خطبہ کے بارے میں آپ کے کیا نظریات ہیں۔

ج :۔ میں نے خطبہ البیان کے بارے میں احسن الفوائد اور اصول الشریعہ میں اپنا اور دوسرے شیعہ اعلام کا نظریہ پیش کیا ہے اور اس کے ساتھ ملتے جلتے خطبوں کے بارے میں میرا وہی نظریہ ہے جیسا کہ علامہ مجلسیؒ نے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے کہ " اما خطبۃ البیان و اشباھھا فلم توجد الا فی کتب الغلاۃ "

یعنی خطبۃ البیان اور اس جیسے خطبے غالیوں کی کتابوں کے سوا اور کہیں نہیں پائے جاتے (سابع بحار صت ۲۶ طبع قدیم) یہی وجہ ہے کہ اس خطبہ کے سلسلہ میں آپ نے بھی صحیفۃ الابرار کا حوالہ دیا ہے جو کہ نیم شیخیوں کی کتاب ہے جو غالیوں کا ایک فرقہ ہے۔ یہ خطبہ نہ نہج البلاغہ میں ہے نہ کتب اربعہ میں اور نہ دوسری کتب معتبرہ میں علامہ مجلسیؒ نے اسے کسی مجہول الحال کتاب سے نقل کیا ہے اور پھر نقل کرکے اس کے بظاہر خلاف شرع جملوں کی تاویلیں کی ہیں۔ ہم ظاہری شریعت کے قائل ہیں ہم کسی باطن کو ماننے اور اس پہ ایمان لانے کے مکلف اور مامور نہیں ہیں۔

س :۔ آقای خمینی پرواز در ملکوت جلد دوم صت ۲۲۷ ، صت ۲۲۵ پہ فرماتے ہیں کہ " ہر رزقی را خواہد توسیع دہد ہر یک را خواہد تضییق کند " آپ یعنی امام زمانہ جس رزق کو چاہتے ہیں وسیع کر دیتے ہیں اور جس رزق کو چاہتے ہیں تنگ کر دیتے ہیں " آپ اس پر کیا تبصرہ فرمائیں گے۔

ج :۔ آقای خمینی مدظلہ کی مذکورہ کتاب میرے پیش نظر نہیں ہے تاکہ اس کا سیاق و سباق دیکھ کر اس عبارت کے متعلق کوئی تبصرہ کیا جاسکے اور جہاں تک ولایت تکوینی کا تعلق ہے اس پہ میں اس سے قبل اسی انٹرویو میں اظہار خیال کر چکا ہوں۔

س :۔ کیا ملائکہ مؤکلین اور مدبرات امور محمدؐ و آل محمدؐ کے خدمت گار اور اطاعت گذار ہیں ؟

ج :۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ ان الملائکۃ خدامنا و خدام محبینا ۔ (معۃ سا کبہ) کہ ملائکہ ہمارے اور ہمارے مخلص محبّوں کے خادم ہیں یعنی ہم ان سے افضل ہیں اور وہ مفضول وہ ہماری خدمت کرنا۔ ہمارے شہزادوں کی گھوارہ جنبانی کرنا اور ہمارے زائروں کی نگہبانی کرنا اپنے لیے سرمایۂ سعادت سمجھتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ فرشتے جو فرض منصبی ادا کرتے ہیں یا جو ڈیوٹی دیتے ہیں وہ ان کے حکم سے دیتے ہیں یہ نکتہ حق پراد

بہا الباطل کا مصداق ہے اگر بالغرض اس روایت کا یہی مفہوم ہو تو پھر عام اہل ایمان کو بھی یہی مقام و منصب حاصل ہوگا کیونکہ اس حدیث کے مطابق ملائکہ ان کے بھی خادم ہیں۔

س :۔ آقای خمینی الحکومۃ الاسلامیہ صفحہ ۵۲ مطبوعہ تہران میں فرماتے ہیں۔

" فان الامام مقاماً محموداً و درجۃ و خلافۃ تکونیۃ تخضع لولایتھا و سیطرتھا جمیع ذرات ھذا الکون "

ولایت و خلافت تکونیہ میں آقائی خمینی سے اس سلسلے میں آپ اختلاف رکھتے ہیں یا اتفاق ؟

ج :۔ یہ اگر مقام اعجاز نمائی میں ہے تو درست ہے

س :۔ کیا معصوم علم احاطی سے جانتا ہے یا کہ علم اخباری یا اتفاقی سے ؟

ج :۔ علوم شرعیہ میں ان کا علم احاطی ہے اور جہاں تک امور تکوینیہ کا تعلق ہے ان میں ان کا علم توجہی و اتفاقی ہے۔

تفصیل کے لئے اصول الشریعہ کی طرف رجوع کریں۔

س :۔ کیا ہر انسان عبادت اور ریاضت سے عبودیت مطلقہ حاصل کر سکتا ہے ؟

ج :۔ عبودیت مطلقہ کے لفظ میں اجمال ہے اگر اس سے مراد مقام نبوت و امامت ہے تو یہ ہر شخص کے بس کا روگ نہیں ہے۔ ع

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں

الغرض یہ عہدہ وہبی ہے اکتسابی نہیں ہے اور اگر اس سے مراد مقام ایمان و ایقان کامل ہے (مثل سلمانؑ و ابوذرؓ و امثالہم) تو یہ ہر شخص حاصل کر سکتا ہے۔

ے فرشتوں سے افضل ہے انسان ہونا   مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

س :۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے مفضل بن عمر کو خط میں فرمایا
" نحن الصلوٰۃ و نحن الزکوٰۃ "
کیا مندرجہ بالا فرمان معصوم کی آپ تشریح کرنا پسند فرمائیں گے ؟

ج :۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ ان کے اعتقادِ ولایت اور ان کی مودّت و محبت کے بغیر نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ زکوٰۃ اور نہ کوئی اور عمل و عبادت ۔ تو اس لئے انہوں نے مجازاً فرما دیا کہ گویا ہم نماز و زکوٰۃ ہیں ۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کے ادعاء محبت کے بعد نماز و زکوٰۃ کی ضرورت نہیں ۔ یہ کلمہ حق یراد بہا الباطل والا معاملہ ہے ورنہ ظاہر ہے کہ دشمنان محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کی کوئی عبادت قبول نہ ہو اور محبوں کو کسی عمل و عبادت کی ضرورت نہ ہو تو پھر سوچنا پڑے گا ۔ کہ یہ دین آیا کن لوگوں کے لئے تھا اور ان ذواتِ مقدسہ نے کس مقصد کے لئے قربانیاں دی تھیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ محبت اہلبیت اعمال و عبادات کو قبول کروانے کے لئے ہے عمل صالح سے گلو خلاصی کرانے کے لئے نہیں ہے ۔

س :۔ آقائی خمینی مصباح الہدایہ صـ۷۱ میں فرماتے ہیں ۔
" واستمد من اولیاء الطاهرة فی الدنیا والاخرة "
کیا آپ اس عقیدے سے اتفاق کرتے ہیں ؟

ج :۔ میں نے اپنی کتابوں میں کئی مقامات پر اس امر کی وضاحت کی ہے کہ بطور وسیلہ ان ذواتِ مقدسہ سے استمداد جائز ہے یعنی یہ حضرات بارگاہِ خداوندی میں سفارش کرکے ہمارے کام انجام دلوا دیتے ہیں جیسا کہ دعائے توسل وغیرہ کا مفاد ہے ۔

س :۔ کیا علت غائی وجود فعل میں مدخلیت رکھتی ہے ؟

ج :۔ صرف اس حد تک کہ علتِ غائی کا تصور اس چیز کے موجد و فاعل کو اس کے ایجاد پر آمادہ کرتا ہے ۔ وبس اس معنیٰ میں اس کا دخل غلط ہے جو شیخی کہتے ہیں کہ ائمہ اہلبیتؑ خلقت کائنات کے علل اربعہ ہیں یہ عقیدہ شرک جلی ہے ۔

س:۔ زیارت امیرالمومنینؑ میں آپ کو "اسم رضی" سے مخاطب کیا گیا ہے کیا آپ اس کی وضاحت فرمائیں گے۔

ج:۔ ہاں بعض زیارات منقولہ یا مخولہ میں یہ لفظ موجود ہے اور یہاں رضی بمعنی مرضی یعنی فعیل بمعنی مفعول ہے۔ یعنی خدا کا پسندیدہ نام اور اس میں کیا شک ہے۔

س:۔ کیا حضرات محمدؐ و آلِ محمدؐ مبداءِ موجودات ہیں؟

ج:۔ یہ عبارت مجمل ہے اگر اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اوّل موجودات ہیں تو یہ درست ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ موجودات ان کے وجود سے پیدا ہوئے ہیں جس طرح شیخی کہتے ہیں تو یہ بالکل غلط اور باطل ہے۔

س:۔ کیا محمدؐ و آلِ محمدؐ کے فضائل و کمالات کی حد ادراک بشری سے بالاتر ہے؟

ج:۔ ان کی حد تو بشری عقل و ادراک سے بالاتر نہیں ورنہ غلو ہو ہی نہ سکتا اور نہ اس سے روکا جاتا۔ ظاہر ہے کہ وہ خدا نہیں ہیں۔ اور نہ ہی خدا کے صفات ثبوتیہ کے حامل ہیں وہ مخلوق ہیں خالق نہیں ہیں ہاں ان کے علمی و عملی کمالات کی کنہ حقیقت تک رسائی حاصل کرنا ادراک بشری کی حد سے ماوراء ہے جیسا کہ عقل بشری اپنی نارسائی کی وجہ سے اکثر اشیاء کی اصل حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے۔

س:۔ علامہ مجلسی نے ذوات مقدسہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے بارے میں حیوٰۃ القلوب جلد ۱ صفحہ۲ میں لکھا ہے کہ "حق تعالیٰ جمعے از روحانیاں و قدسیاں را در صورت و خلقت بشر آفرید" اللہ تعالیٰ نے چند روحانیوں کو بشر کی خلقت و صورت میں پیدا کیا علامہ مجلسی کے اس عقیدے پر تبصرہ کرنا پسند کریں گے۔

ج:۔ سرکار علامہ مجلسی کا یہ ارشاد کسی تبصرہ کا محتاج نہیں ہے عام اہلِ ایمان کا عقیدہ

یہی ہے کہ خداوند عالم اشباح و اظلہ میں سب سے پہلے سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے انوار یعنی ارواح مقدسہ کو پیدا کیا۔ اور وہ اسی حالت میں کئی ہزار (بلکہ کئی لاکھ) سال تک اس کی عبادت کرتے رہے ہاں البتہ جب خالق حکیم نے چاہا کہ ان ذوات مقدسہ کو اس عالم آب و گل میں بھیجے۔ تو ان کو بشر و انسان یعنی اولاد آدم بنا کر بھیجا۔ اس سے پہلے میں اسی انٹرویو میں ایک سوال کے جواب میں اس حقیقت کا اسی طرح اظہار کر چکا ہوں سرکار علامہؒ کی دوسری محکم و واضح عبارات و تصریحات کے پیش نظر اس عبارت کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں ہے۔

س: جس کا علم غیب مستفاد ہو اس کو عالم غیب مانتے ہیں یا اطلاع علی الغیب پر منحصر ہیں۔

ج: میں کئی بار اس حقیقت کا اظہار کر چکا ہوں کہ ائمہ اطہارؑ اور متقدمین علماء ابرار کے کلام حق ترجمان سے جو کچھ مستفاد ہوتا ہے اس کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق صرف اس ذات پر ہوتا ہے جس کا علم ذاتی اور کلی و احاطی ہو اور وہ صرف خداوند عالم ہی کی ذات ہے نہ کوئی اور یعنی اس کے سوا کسی پر "عالم الغیب" کا اطلاق جائز نہیں ہے۔

س: کیا ائمہ معصومین کے لئے لفظ رب کا اطلاق ہو سکتا ہے جیسا کہ بحار الانوار جلد ۷ صفحہ ۱۴۵ پر علامہ مجلسی فرماتے ہیں۔ "المراد بالرّب امیر المومنینؑ" "رب سے مراد امیر المومنین ہے اس پر آپ کیا رائے رکھتے ہیں؟

ج: بحار الانوار، مرآۃ الانوار، طوالع الانوار وغیرہ کتب کے مطالعہ سے جو کچھ مستفاد ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ "رب" دو طرح استعمال ہوتا ہے ایک اضافت کے ساتھ جیسے رب الدار، رب الابل۔ دوسرا بغیر اضافت کے جیسے "الرب" یا رب! اگر اضافت کے ساتھ ہو تو اس کا اطلاق لغوی کے اعتبار سے غیر اللہ پر مجازاً جائز ہے اور اگر بغیر اضافت کے ہو تو پھر کسی طرح بھی اللہ کے سوا کسی مخلوق پر اس کا اطلاق جائز نہیں ہے

اسی لئے معصومین نے بار بار فرمایا کہ " لاتدعونا اربابا " خبردار ہمیں رب نہ کہو
وسایئع بحار الانوار وغیرہ) واللہ الموفق والہادی

س :- سُنا ہے کہ آپ جناب سیدہ زہرا کو بتول نہیں جانتے ؟

ج :- ڈوگر صاحب ! ع یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی
افسوس ہے کس روز تہمتیں نہ تراشا کیئے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا گئے

ہم نے کبھی ایسا سوچا بھی نہیں ہے یقیناً کائنات میں دو بیبیاں بتول ہوئی ہیں
ایک جناب مریم اور دوسری جناب فاطمہ (سلام اللہ علیہا)

س :- بتول کے معنی کی وضاحت فرمادیں ۔

ج :- بتول کے دو معنی ہیں (۱) دنیائے دوں سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت
(۲) نسوانی نقائص وعوارض سے منزہ و مبرا ہونا جناب خاتونِ قیامت ان دونوں
معنوں کے اعتبار سے بتول ہیں ۔

س :- نبی و امام کی عصمت اختیاری ہوتی ہے یا اجباری ؟

ج :- یہ حقیقت ہر قسم کے شک و شبہ سے بلند و بالا ہے کہ انبیاء و مرسلین ہوں یا آئمہ
طاہرین ہوں ۔ ان کی عصمت اختیاری ہوتی ہے یعنی وہ گناہ و ثواب کے کاموں پر قدرت
تو رکھتے ہیں مگر گناہ کرتے نہیں ہیں ملائکہ کی طرح ان کی عصمت جبری و قہری نہیں ہے ۔

س : کیا امیرالمومنینؑ نے اس دنیا میں تشریف لاتے ہی تلاوت قرآن فرمائی تھی؟

ج : بحارالانوار وغیرہ میں اس مضمون کی ایک طویل روایت موجود ہے اگرچہ بعض علمائے اعلام جیسے علامہ سید ہبۃ الدین شہرستانی نے اپنے رسالہ "الدلائل والمسائل" میں اس پر تنقید کرکے اس کی تضعیف کی ہے "واللہ العالم"

س : کیا امیرالمومنین کو غزوۂ احد میں جو ذوالفقار عطا ہوئی تھی وہ آسمان سے اتری تھی؟

ج : مشہور و منصور قول یہ ہے کہ جناب رسول خدا نے عطا فرمائی تھی۔

"واللہ العالم"

س : کیا آپ کے نزدیک نہج البلاغہ مکمل کلام امیرالمومنین ہے - اگر ہے تو کون سی دلیل ہے۔؟

ج : ہاں دوسرے علماء و فقہا کی طرح میرے نزدیک بھی نہج البلاغہ جناب امیر المومنینؑ کے کلام حق ترجمان کا معتبر و مستند مجموعہ ہے اور اس موضوع کے متعلق دلائل اور منکرین کے جملہ شکوک شبہات کے جوابات معلوم کرنے کے لئے استناد نہج البلاغہ (عربی) یا منہاج نہج البلاغہ (اردو) کی طرف رجوع کریں۔

س : حضرت آدمؑ کی نسل کس طرح بڑھی، پھولی۔ پہلی دو فرزند تھے ان کی شادی کس سے ہوئی اگر کسی حور سے شادی ہوئی تھی تو کیا دوسری نوع سے عقد ہو سکتا ہے؟

ج : اس سلسلے میں آئمہ طاہرینؑ کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم کے دو بیٹوں میں سے ایک کے لئے خدائے قدیر نے جنت سے حور بھیجی اور دوسرے کے لئے ایک جنیہ کا انتظام کیا اور عقد و ازدواج کے نتیجہ میں جو اولاد پیدا ہوئی ان کی آگے آپس میں شادیاں ہوئیں۔ اور اس سے اولادِ آدم کا بطریق حلال سلسلہ بڑھا (احتجاج طبری اور بحارالانوار وغیرہ) عقدِ نکاح کے جہاں دوسرے شرائط مذکور ہیں جیسے (اسلام) ایمان وغیرہ۔ وہاں کسی کتاب میں اتحادِ نوع کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ "واللہ العالم"

س :- عید نوروز کے بارے میں آپ شرعی حیثیت سے کیا کہنا پسند فرمائیں گے ؟

ج :- اسلام میں اس عید کا کوئی مقام نہیں ہے لے دے کے اس سلسلہ میں معلّی بن خنیس کی ایک مرسل روایت ملتی ہے - جبکہ اس کے بالمقابل امام علیؑ بن موسیٰ الرضاؑ کا مستند واقعہ موجود ہے جس سے اس کی نفی ہوتی ہے یہ واقعہ کتاب " منتھی الامال " وغیرہ تواریخ کی کتب معتبرہ میں مذکور ہے - سر دست اس سلسلہ میں اتنا ہی کافی ہے ۔

س :- آپ نے معراج امیرالمومنین کے سلسلے میں دلائل دیتے ہوئے کہا کہ آپ اس لئے مقام قَابَ قَوْسَیْنِ پہ نہ گئے تھے کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں ہوتی چونکہ سات زمینیں مسلّم ہیں ۔ اگر جس زمین پر ہم آباد ہیں امیرالمومنینؑ اس زمین پر حجتِ خدا بن کر موجود تھے تو باقی زمینوں پہ حجّت کون تھا ؟

ج :- اس سلسلہ میں پہلی گذارش تو یہ ہے کہ میں نے انٹرویو میں جناب امیرالمومنینؑ کے معراج پر تشریف نہ لے جانے کا دارومدار صرف اسی دلیل پہ قرار نہیں دیا تھا ۔ جس کا اس سوال میں تذکرہ کیا گیا ہے بلکہ اس نظریہ کی دیوار قرآن کی آیاتِ محکمات اور سرکارِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے مستند ارشادات پر استوار کی تھی ۔ ہاں ، البتہ ، اس کی تائید مزید اس دلیل سے بھی کی تھی اور دوسری گذارش یہ ہے کہ یہ مسئلہ عہد قدیم سے لے کر آج تک اختلافی چلا آ رہا ہے کہ زمین صرف ایک ہے یا سات ہیں یا اس سے بھی زیادہ اور آیا ان میں ذی روح اور ذی عقل مخلوق آباد ہے یا نہ . . . ؟ ★

بہر حال مرکزی حیثیت اس ہماری زمین کو ہی حاصل ہے اور اسی زمین کے متعلق متعدد روایات میں وارد ہے ۔ " الارض لا تخلو عن حجۃ اللہ " زمین حجت خدا سے خالی نہیں ہوتی اور اگر ایسا ہو جائے تو " لساخت الارض باھلھا " اپنے اہل کو لیکر پانی دھنس جائے (اصول کافی) اسی بناء پہ بہت سے علمائے اعلام نے اس سلسلہ

میں اس دلیل کو پیش کیا ہے جسے میں نے پیش کیا ہے (تفصیل اصول الشریعۃ" میں مذکور ہے)

س:۔ کیا آپ کے نزدیک ضریح اقدس پر سونا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ اگرچہ ائمہ طاہرین کی طرز بود و ماند اور ان کی طبیعتوں کی سادگی اور سادہ زندگی گزارنے اور دنیا کی زیب و زینت اور اس کے مال و منال اور جاہ و جلال سے نفرت فرمانے کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے (اور یہ بات اسلام اور وارثان اسلام کے مزاج کے عین مطابق ہے) کہ جب تک کائنات میں حاجت مند اہلِ اسلام و ایمان موجود ہیں اس وقت تک یہ زر و سیم اگر ان کی ضروریات پر صرف کیا جائے تو افضل و اعلیٰ ہے۔ بایں ہمہ اگر کوئی خوش عقیدہ مومن اپنے مزکّی و مخمّس مال میں سے بطور ارمغانِ عقیدت و ہدیہ ارادت ان ضرائح مقدسہ پر سونا لگانا چاہے تو اسے جائز ہی قرار دیا جائے گا۔ اسے ممنوع نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ العالم" ۱۔ جس سے زکوٰۃ نکلی ہوئی ہو ۲۔ جس سے خمس نکلا ہوا ہو

س:۔ اصول و فروع کس نے ترتیب دیئے ہیں مختصر مگر جامع جواب دیں۔

ج:۔ اصول و فروع کے مجموعہ کا نام دین ہے۔ اور دین سازی کا محکمہ خداوند عالم کے اپنے قبضۂ قدرت میں ہے لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ اصول و فروع خدا نے ہی بنائے ہیں البتہ موجودہ ترتیب علماء متکلمین کی ہے۔ جو قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے تفصیل کے لئے علامہ سید علی نقی کا رسالہ "اصول دین اور قرآن" ملاحظہ فرمائیں۔

س:۔ معصومین کے حرم میں داخل ہونے وقت اذنِ دخول پڑھا جاتا ہے یہ اذن اور زیارات کس نے ترتیب دیئے ہیں۔

ج:۔ کتب ادعیہ و عبادات میں جو زیارات موجود ہیں ان میں سے بعض تو ائمہ طاہرین سے منقول ہیں۔ اور بعض اصحاب عظام و علماء کرام کی انشا کردہ ہیں اور جہاں تک زیارات کے آداب کا تعلق ہے۔

(جن میں اذنِ دخول بھی شامل ہے) یہ اگر تمام نہیں تو اکثر و بیشتر تو ضرور ان ذوات مقدسہ

کے اکرام و احترام کے پیش نظر علماء کرام کے مقرر کردہ ہیں اور اس بات کا دوسرے شواہد سے قطع نظر ایک بیّن ثبوت یہ بھی ہے کہ ان آداب میں مذکور ہے کہ جب رواق پہ پہنچو تو یہ دعا پڑھو اور جب فلاں دروازہ پہ پہنچو تو فلاں اذنِ دخول پڑھو۔ جبکہ ظاہر ہے ائمہ طاہرین کے دور میں یہ مزارات اس شکل میں موجود ہی نہ تھے جس طرح آج موجود ہیں اس وقت نہ کوئی عمارت تھی اور نہ رواق اور نہ ہی کوئی اندرونی دروازہ تھا نہ بیرونی اور دوسرا قطعی ثبوت یہ ہے کہ جناب محدث شیخ عباس قمی نے مفاتیح الجنان صہ ۳۱۱ / ۳۱۲ طبع ایران پر کل دو اذن دخول درج کئے ہیں پہلا شیخ کفعمی سے منقول ہے اور دوسرا علامہ مجلسی نے بعض قدماء کی تالیفات سے نقل کیا ہے۔

الغرض ائمہ اہلِ بیتؑ سے کوئی بھی اذنِ دخول منقول نہیں ہے علاوہ بریں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ان ذوات مقدسہ کے ظاہری حیات میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے اذن دخول طلب نہیں کیا جاتا تھا تو ان کی ظاہری وفات کے بعد یہ حکم کہاں سے آگیا؟ ظاہر ہے کہ بعد از وفات کے آداب ظاہری حیات کے سے زائد تو نہیں ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ یہ سب کچھ معترض کے اعتراض کے جواب میں علمی موشگافی کے طور پر کہا گیا ہے ورنہ عملی زندگی میں بنا بر احتیاط خود میرا اپنا عمل بھی اسی طرح اذن دخول پڑھنے پر رہا ہے اور ہے جس طرح مفاتیح الجنان وغیرہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اذن دخول پڑھنا محض ان ذوات مقدسہ کے انتہائی عزو احترام اور ان کی آقائی اور اپنی غلامی کے اظہار و اقرار کی خاطر ہے اور بس۔ یہی وجہ ہے کہ اذن ملنے کی اطلاع کا انتظار کئے بغیر زائر داخل ہو جاتا ہے۔

س۷: اذن دخول میں پڑھنا پڑتا ہے کہ اے اللہ کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ یا رسولؐ اللہ کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں۔ یا علی کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں اس طرح تمام معصومینؑ کا فرداً فرداً نام لے کر اذن دخول مانگا جاتا ہے اگر وہ حاضر ناظر نہیں اور اپنے اپنے

مستقر پہ ہیں تو انہیں کیوں پکار کر اذنِ دخول مانگا جاتا ہے۔

ج:۔ اس سوال کا حقیقی و علمی جواب سابقہ سوال کے جواب سے واضح و عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ اذنِ دخول بعد کی ایجاد ہے اور کسی امام معصومؑ سے منقول نہیں ہے لہذا اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے اور ان بھول بھلیوں سے یہ خلاف عقل و نقل نظریہ ثابت نہیں ہو سکتا اور بنا بر ثبوت کیا قادرِ مطلق اپنے مستقر پہ ہوتے ہوئے زائر کی آوازان ذواتِ مقدسہ تک نہیں پہنچا سکتا؟

س:۔ سنا ہے کہ آپ زیارتِ ناحیہ جو کہ عموماً مجالس میں حوالے کے طور پہ پڑھی جاتی ہے۔ سے اختلاف رکھتے ہیں؟

ج:۔ میرے محترم! زیارت ناحیہ کے متعلق اہل علم میں ایک اختلاف ہے اور ایک نہیں ہے یہ ایک خالص علمی بحث ہے زیارات ناحیہ یقیناً موجود ہے۔ علمائے کرام نے اس کی تشریح میں کتابیں لکھی ہیں مثلاً نجف اشرف میں ایک کتاب چھپی ہے جس کا نام ہے ذخیرۃ الدارین فی انصار الحسینؑ" اس میں پوری زیارت ناحیہ کو سامنے رکھ کر ان انصار سید الشہداء کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے جن کا تذکرہ زیارت ناحیہ مقدسہ میں ہے تو زیارت ناحیہ کا وجود تو ثابت ہے لیکن ایک اختلاف ہے کہ جس زیارت کو عموماً ناحیہ مقدسہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ناحیہ مقدسہ ہے یا نہیں ہے؟ علماء محققین کی تحقیق یہ ہے کہ وہ زیارت جو بالعموم زیارت ناحیہ مقدسہ کے نام سے مشہور ہے وہ زیارت ناحیہ نہیں ہے بلکہ اصل زیارت ناحیہ اور یہ دونوں زیارتیں بحار الانوار کی بائیسویں جلد میں موجود

ہیں الغرض جو زیارت عام طور پہ زیارت ناحیہ سمجھ کر پڑھی جاتی ہے اور مصائب کے طور پہ جس کے فقرے پڑھے جاتے ہیں اور جس کے اردو میں کئی ترجمے چھپے ہوئے ہیں دراصل یہ زیارت جناب سیّد المرتضیٰ علم الہدیٰ کی انشا کردہ ہے جو انہوں نے اپنے جدّ امجد کے مزار مقدس پہ کربلا میں پڑھی تھی آج کل اُسے ہی عام طور پہ زیارت ناحیہ کا نام دیا جاتا ہے لیکن جو زیارت ناحیہ مقدسہ امام زمانہ کی غیبتِ صغریٰ کے دور میں صادر ہوئی تھی کتابوں میں موجود ہے وہ اور ہے اس میں شہدار کے نام مذکور ہیں اور شہدار پہ نام بنام سلام بھی ہے اور ان کے قاتلوں پہ نام بنام لعنت بھی (لعنۃ اللّٰہ علیہم اجمعین)

س:۔ کیا آپ کے نزدیک فضائل امیر المومنینؑ میں قصائد پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟

ج:۔ ہاں جناب امیر علیہ السلام کی مدح و ثنا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ کارِ ثواب ہے بشرطیکہ یہ مدح و ثنا غلط طرز اور غنا پہ مشتمل نہ ہو۔

س:۔ آپ کے نزدیک کیا معصومینؑ کی پیدائش ہر آلودگی سے پاک ہوتی ہے؟

ج:۔ ہاں معصومینؑ کی ولادت باسعادت ہر قسم کی کثافت اور نجاست سے پاک اور پاکیزہ ہوتی ہے۔

س: مشہور یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ سیّد زادی کا نکاح غیر سیّد سے جائز ہے۔ اس میں کہاں تک صداقت ہے؟

ج:۔ میں نے اپنی کسی کتاب یا اپنی کسی تقریر و تحریر میں ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ یہ ڈھنڈھورا پیٹنے والے اور عزت سادات کو اچھالنے والے حضرات اگر میری کتاب یا میری کسی تقریر و تحریر سے اس کا کوئی ثبوت پیش کردیں تو میں ان کو منہ مانگا انعام دینے کو تیار ہوں۔ کوئی ہے؟ جو یہ انعام حاصل کرے اور اگر وہ ——— ایسا نہ کرسکیں۔ تو پھر غیور سادات کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کو گریبان سے پکڑیں اور اپنی بے عزتی کا حساب چکائیں۔

س:۔ عقدِ ہاشمیہ کے سلسلے میں آپ کا اپنا موقف کیا ہے جواب ہاں یا نہ میں چاہیئے!

ج:۔ جس قدر اور جس طرح اس سوال کا جواب دے دیا ہے وہ کافی بھی ہے اور شافی بھی "لان العاقل یکفیہ الاشارہ والبلید لا ینفعہ الف عبارہ"

اہلِ حقیقت و اربابِ بصیرت کے لئے حقیقت حال کو سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے۔

؎ عاقلاں را اشارتے کافیست
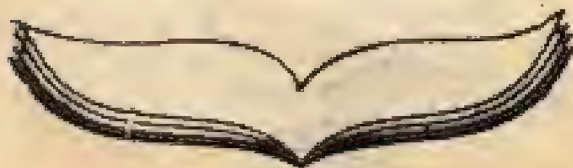
س ۱۔ آپ نے اصول الشریعہ کے پہلے ایڈیشن میں ایک آیت کے ترجمہ میں "ماء" کا معنی "منی" لکھا ہے مگر موجودہ ایڈیشن میں "پانی" لکھا ہے اس کی وجہ بیان کر سکتے ہیں؟

ج ۱۔ نہ پہلا ترجمہ میرا تھا اور نہ موجودہ ترجمہ میرا ہے بلکہ پہلا ترجمہ مولانا سید قربان علی مرحوم کا تھا اور موجودہ ترجمہ مولانا سید مقبول احمد مرحوم کا ہے.... مفتیان کرام جو فتویٰ لگانا چاہتے ہیں وہ ان مفسرین پر لگائیں تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے

س: شیخ احمد احسائی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: شیخ احمد احسائی اپنے عہد سے لے کر اب تک (جو کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال کا عرصہ ہے) اس کے بارے میں علمائے شیعہ کے دو نظریئے رہے ہیں۔ ایک اُن علماء کا جو ان کے معاصر تھے جیسے مہدی بحر العلوم، شیخ جعفر کبیر۔ جب انہوں نے اس کے اقوال و آراء اور اس کے مخالف مذہب بلکہ مذہب مخالف اسلام نظریات کا مطالعہ کیا تو انہوں نے اس کی تکفیر کی جیسا کہ کتاب قصص العلماء میں علامہ ابو الحسن تنکابنی نے یہ سب تفصیلات لکھی ہیں۔ دوسرے موجودہ دور کے علمائے اعلام اور مراجع تقلید۔ وہ اس کو کافر نہیں سمجھتے البتہ ضال اور مضل سمجھتے ہیں۔ اس کی کتابوں کو ان کے مندرجات کو مذہب شیعہ کے خلاف سمجھتے ہیں اور ان کی نشر و اشاعت اور ان کے تراجم شائع کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں جیسا کہ ماضی قریب میں ان مراجع کے فتاوی کتابی شکل میں لاہور، چنیوٹ اور ملتان سے شائع ہو چکے ہیں۔ نیز قومی اخبارات میں بھی چھپ چکے ہیں۔ میں بھی موجودہ مراجع تقلید کے فتوؤں کے مطابق اس کو ضال و مضل سمجھتا ہوں۔ ایک نئے مکتبۂ فکر (جس کا نام فرقہ شیخیہ ہے) کا بانی سمجھتا ہوں۔ اس کی کتابوں کی نشر و اشاعت اور اس کی حمایت کو مذہب شیعہ کے منافی سمجھتا ہوں۔ اور جو اُسے ضال و مضل نہ سمجھے میں اُسے بھی ضال و مضل سمجھتا ہوں۔ جیسا سرکار آقای عبد اللہ شیرازی اعلی اللہ مقامہٗ کا فتویٰ ہے اور مزید احتیاط کی خاطر اسے اور اس کے پیروکاروں کو کافر کہنے سے اجتناب کرتا ہوں۔ واللہ العالم بالسرائر۔

س: خالصی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج: خالصی مرحوم کو بہت بدنام کیا گیا ہے مجھے ان کا شاگرد کہا گیا ان کا مقلد بھی کہا گیا۔ پتہ نہیں اور کیا کچھ کہا گیا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ خالصی مرحوم کاظمین میں رہتے تھے اور میں نے پورے چھ سال نجف اشرف میں گزارے ہیں جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے۔ زیارات کاظمین و سامرہ کے دوران تین یا چار مرتبہ میری ان سے ملاقات ہوئی اور وہ بھی تنہائی میں نہیں۔ بلکہ مولانا صادق علی نجفی۔ مولانا شمیم السبطین نجفی اور مولانا منظور حسین نجفی میں سے کوئی نہ کوئی صاحب ہمراہ ہوتے تھے اور یہ ملاقاتیں بھی علمی مسائل پر بحث و تحقیق کی نذر ہو گئیں۔ نہ ان سے مجھے شرف شاگردی حاصل ہے اور نہ کوئی اور تعلق۔ میں پوری دیانت داری سے سمجھتا ہوں کہ وہ نہ کسی نئے مذہب و مسلک کے بانی تھے۔ اور نہ کسی نئی فکر کے موجد تھے۔ اور نہ ہی خالصیت کوئی مکتبۂ فکر ہے بلکہ جس طرح ہمارے بہت سے علماء اعلام گزرے ہیں یا ہیں خالصی مرحوم بھی ہمارے انہی علماء

ن سے ایک جیّد عالم تھے اور میں نے اپنی کتاب اصول الشریعہ میں جہاں سیکڑوں علماء کرام
کے تائیدی اقوال و آراء پیش کئے ہیں وہاں ایک آدھ جگہ خالصی مرحوم کا فتویٰ بھی نقل کیا
ہے اور اس سے بھی میں نے اتفاق رائے نہیں کیا بلکہ اختلاف کیا ہے مگر حدود شرافت کے
اندر رہتے ہوئے ۔ جیسا کہ شریف اہل علم کا شیوہ و شعار ہے ۔

س :۔ کیا خالصی نے نجف اشرف کو بدعتیوں کا شہر کہا تھا ۔؟

ج :۔ میری معلومات کے مطابق قطعاً ایسی کوئی بات نہیں ہے وہ نجف اشرف ہو یا
کاظمین یا سامرہ بلکہ تمام مقدس مقامات کو لائق تعظیم و تکریم سمجھتے تھے ۔ یہ علیٰحدہ بات
ہے کہ نجف اشرف کے کسی عالم سے ان کے کوئی ذاتی اختلافات ہوں تو یہ کوئی اچنبے کی
بات نہیں ہے ۔ ایک جگہ کے رہنے والے علماء کے بھی آپس میں اختلافات ہوتے ہیں لیکن
بالمجموعی طور پر معاذ اللہ نجف اشرف کو بدعتیوں کا مرکز قرار دیا ہو ایسی کوئی بات
میرے علم میں قطعاً نہیں ہے اور نہ ہی میں نے ان کی کسی تحریر میں یہ چیز پڑھی ہے ۔

س :۔ کیا خالصی نے کسی رسالے میں امام جعفر صادق ؑ کو غیر معصوم مجتہد لکھا تھا ؟

ج :۔ میرے محترم اس قسم کی بے سر و پا باتیں سن سن کر میرے کان پک گئے ہیں ۔ اخبارں
اور رسالوں میں بلکہ بعض نام نہاد کتابوں میں مسلسل ان کے بارے میں لکھا جا تا رہا ہے
کہ معاذ اللہ وہ امام جعفر صادق ؑ کو ایک مجتہد کے برابر سمجھتے تھے اور سرکار ابو الفضل
العباس اور خالد بن ولید کو ایمان میں ہم پلہ سمجھتے تھے ۔ (معاذ اللہ) حالانکہ جہاں تک
میری دسترس ہے ان کی کسی کتاب میں ایسی کوئی بات موجود نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس
ان کی مشہور فقہی کتاب " احیاء الشریعہ " جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے اس میں انہوں نے
قریباً اسی (۸۰) صفحات وہابیت کی رد میں لکھے ہیں اور سنیوں اور ناصبیوں کے نظریات
باطلہ کی رد میں دلائل قاطعہ پیش کیے ہیں ائمہ طاہرین ؑ کو منصوص من اللہ ۔ معصوم عن الخطا
امام ثابت کیا ہے یعنی ایسا معصوم جو عمداً ۔ سہواً ۔ علماً ۔ جہلاً اور نسیاناً نہ صغیرہ گناہ کرتے

ہیں اور نہ کبیرہ کرتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ صفات ایک مجتہد کے اندر تو نہیں پائی جاتیں۔ خالصی آل محمدؐ کو معصوم سمجھتے ہیں عالم علم لدنی سمجھتے ہیں۔ مبرا عن الخطا سمجھتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ نظریہ اور یہ نظریہ آپس میں متضاد ہیں اور میرا خیال یہ ہے کہ جو لوگ خالصی کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں اُن کے پاس بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر وہ یہ بات انکے اپنے کسی رسالے یا ان کی کسی کتاب سے خواہ وہ عربی میں ہو یا فارسی میں ثابت کر دیں تو میں اُن کو منہ مانگا انعام دینے کو تیار ہوں۔

ناظر:۔ کس بہ میاں در نمی آید سواراں را چہ شد

ڈوگر صاحب:۔ خالصی مرحوم کو صرف اور صرف وہاں اور یہاں کے شیخیوں نے بدنام کیا ہے ورنہ ان الزامات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ورنہ جس طرح مراجع تقلید نے شیخ احمد احسائی کے خلاف فتاویٰ جاری کئے ہیں کسی مخالف میں جرأت ہے تو وہ آقائی خالصی کے خلاف مراجع تقلید کا کوئی فتویٰ جاری کرائے۔

س:۔ جیساکہ آپ نے تسلیم کیا ہے کہ آپ آقائی سید محسن الحکیم کے مقلد رہے ہیں تو آپ نے اپنے مرجع کے مخالف (خالصی) کو اتنی اہمیت کیوں دی کیا یہ نہیں ہے کہ علمائے نجف خصوصاً آقائی محسن الحکیم سے خالصی کے اختلافات رہے اور خالصی نے آقائی محسن الحکیم کے متعلق کچھ غلط بیان دیئے تھے۔

ج:۔ مشہور یہی ہے اور لوگوں سے سُنا بھی یہی ہے کہ آقائی حضرت محسن الحکیم مرحوم کے ساتھ خالصی مرحوم کے اختلافات تھے لیکن مجھے ذاتی طور پر اس کا کوئی علم نہیں ہے علاوہ بریں ہماری نگاہ ہمیشہ " ماقال " پر رہتی ہے نہ " من قال " پر۔ ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی کی افواہ بھی بالکل غلط ہے یہی وجہ ہے کہ آج آقائی خالصی کا فرزند شیخ مہدی۔ آقائی سید محسن الحکیم کے فرزند آقائی سید باقر الحکیم کا ایران میں دست راست ہے۔ علماء عظام میں نظریہ و رائے کا اختلاف کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ استاد و شاگرد

ہ باپ اور بیٹے میں علمی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارباب علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

س: قیام عراق کے دوران کیا آپ کے علم میں یہ بات کبھی آئی تھی یا آپ نے سنا ہو کہ بغداد میں خالصی نے ایسے غنڈے پال رکھے تھے جو علی ولی اللہ کہنے والوں کو قتل کرتے یا مارتے پیٹتے تھے۔

ج: قطعاً ایسی کوئی بات نہ کل میرے علم میں تھی اور نہ آج ہے یہ صرف پروپیگنڈا ہے میں نے اپنے ایک شیعہ قومی اخبار کو بھی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ دوسرے مراجع کی طرح خالصی مرحوم بھی ایک مرجع تھا۔ بلکہ میرے نزدیک تو وہ مظلوم مجتہد ہے جسے صرف شیخیت کی مخالفت کی وجہ سے بدنام کیا گیا ہے یہ غارت اور تشدد وغیرہ کی باتیں غلط ہیں محض افسانے ہیں یہ سب شیخیوں کی کارستانی ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ اذان میں شہادت ثالثہ کے متعلق ان کا موقف وہی تھا جو حضرت صدوق نے "من لایحضرہ الفقیہ" میں اختیار کیا ہے وبس۔

س: مولانا صاحب آپ نے ہر قدم پہ خالصی کی حمایت کی ہے یہ میرے ہاتھوں میں خالصی کے وصیت نامہ کا فارسی ترجمہ ہے اور تشریح ہے جو

"آیا اتیان مسلمانند؟"

کے نام سے فارسی میں ترجمہ علی قلمداران نے کیا ہے اور اس کا ناشر حاجی حسن علی بغدادی ہے دونوں ایران میں خالصی کے نمائندے تھے۔ جبھی تو خالصی کو انہوں نے آیت لکھا ہے میں اس میں سے کچھ حوالے لکھ کر لایا ہوں۔ حوالے تو بعد میں دوں گا پہلا سوال یہ ہے کہ کیا آپ اسے خالصی کا وصیت نامہ تسلیم کرتے ہیں؟

ج: اصل وصیت نامہ عربی میں ہے اس کی تشریح ہر شخص اپنے مزاج اور اپنی سمجھ کے مطابق کرتا ہے میں وہی حوالہ قبول کروں گا جو اصل عبارت وصیت نامہ میں ہو گا آپ

اگر خالصی مرحوم کا حوالہ دینا چاہتے ہوں تو اُن کے وصیت نامہ سے دیں یا اُن کی اپنی کتابوں سے دیں۔

میں قلمداران سے متعارف نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے ان کی شرح وصیت پڑھی ہے۔ اور نہ ہی قلمداران یا ان کی کسی تحریر کا ذمہ دار یا جواب دہ ہوں میرا دعویٰ اس قدر ہے کہ آقای خالصی کا کوئی ذاتی عقیدہ۔ دین اسلام اور مذہب اہل بیتؑ کے مسلّمہ عقائد کے خلاف نہیں ہے اگر کوئی شخص آقای خالصی مرحوم کی اپنی کتابوں سے اس کے خلاف کچھ ثابت کر دے تو میں اسے منہ مانگا انعام دینے کے لیئے تیار ہوں۔

س:۔ تو جو اس شرح میں میرے نزدیک خالصی پر اعتراضات ہیں انہیں اپنی طرف سے سوال قرار دے کر آپ کے اس بارے میں نظریات تو معلوم کر سکتا ہوں؟

ج:۔ جی ہاں! اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

س:۔ اس وصیت نامہ میں خالصی کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت علیؑ ابوتراب تھے انہیں ابوالجواہر بنا دیا۔ قبر رسولؐ اور خانہ کعبہ پر سونا کس لیئے ہے آپ کا اس بارے میں کیا نظریہ ہے؟

ج:۔ یہ سوال تو ان لوگوں سے کیا جائے جنہوں نے سونا لگایا ہے خالصی مرحوم کے اصل وصیت نامہ میں اس کے نفیاً یا اثباتاً کچھ نہیں ہے اور نہ ہی میں نے اس کے متعلق کبھی کچھ کہا ہے۔

س:۔ خالصی نے اپنے وصیت نامے میں لکھا ہے کہ ضریح امیرالمومنینؑ کو مخاطب کرنا اور فریاد کرنا۔ زیارت جامعہ کبیرہ پڑھنا بدعت اور خرافات میں سے ہے اس سلسلے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے۔

ج:۔ ایسی کوئی بات وصیت نامہ میں موجود نہیں ہے وہ بھی وسیلہ کے قائل ہیں اور میں بھی بطور توسّل و طلب شفاعت حضرت امیرالمومنینؑ اور دوسرے ائمہ طاہرینؑ

کی سرکار میں یہ عرض کرنا کہ وہ بارگاہِ خدا سے ہمارے گناہ بخشوائیں اور ہماری حاجات پوری کرائیں۔ جائز ہے۔

س:۔ اسی وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ حرم معصومین میں اگر چہرے کے سامنے ضریح آجائے تو نماز باطل ہو جائے گی آپ کا کیا فتویٰ ہے۔

ج:۔ میرے نزدیک اس طرح نماز باطل نہیں ہوتی گو جانب سر نماز پڑھنا افضل ہے اور وصیت نامہ میں بھی اس قسم کا کوئی فتویٰ موجود نہیں ہے۔

س:۔ قلمداران نے ص۲۳ پر اس وصیت نامہ کے فارسی ترجمہ میں لکھا ہے کہ اجارہ کے روزے اور نمازیں جائز نہیں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

ج:۔ اس مسئلہ میں فقہا میں فی الجملہ اختلاف ہے میرے نزدیک جواز قوت سے خالی نہیں ہے جیسا کہ میں نے قوانین الشریعہ میں لکھا ہے۔ ہاں آقائی خالصی مرحوم نماز اجارہ وغیرہ کو صحیح نہیں جانتے بلکہ تبرعاً (بلا اجرت) پڑھنے کے قائل ہیں۔ واللہ العالم۔

س:۔ قلمداران کی اسی کتاب کے ص۱۹ پر سرخی ہے "اقامہ مجلس فاتحہ برائے میت بدعت است۔" اس کی وضاحت بھی درج ہے آپ کے نزدیک اس کی کیا حقیقت ہے؟

ج:۔ ہاں اس مروجہ طریقہ کا (جو بالخصوص عراق میں رائج ہے) مشروع ہونا ثابت نہیں ہے کیونکہ وہاں مجلس فاتحہ خوانی کا ہماری طرح کی مجالس عزا سے کوئی تعلق نہیں وہاں مجلس فاتحہ اس طرح ہوتی ہے کہ چائے کا دور چلتا ہے حقہ چلتا ہے سگریٹ پیے جاتے ہیں اور گپیں ہانکی جاتی ہیں الغرض دولت کا ضیاع ہوتا ہے اور میت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ انہوں نے وصیت نامہ میں اس غیر شرعی رسم کی ممانعت کر دی ہے۔

س:۔ حوالہ مذکور قلمداران کے فارسی ترجمہ کا ہے کہ خالصی نے نجف اشرف کے بارے میں کہا کہ نادر شاہ کی چرائی ہوئی دولت سے بنی ہوئی ضریح کا طواف جائز نہیں۔

ج:۔ یہ بات آقائی خالصی نے وصیت نامے میں قطعاً نہیں ہے اور ان کا ایسا کوئی فتویٰ

نہیں ہے۔ یہ سب ایجاد و اینداد کردہ چیزیں ہیں۔ خدا افترا پردازوں کو ہدایت فرمائے۔

س: کیا آپ نے اپنی کتاب سعادت الدّارین کا نام خالصی کی کتاب سعادت الدارین کے نام پر رکھا ہے۔

ج: نہیں قطعاً ایسا نہیں ہے ان کے رسالے کا نام ہے۔ "سعادت الدارین" جو مختلف موضوعات پر ان کے متفرق مضامین کا مجموعہ ہے میری کتاب کا نام ہے" سعادت الدارین فی مقتل الحسینؑ" یہ مقتل کی کتاب ہے نام کے صرف ایک جز کے مل جانے سے کتاب کے مضامین اور موضوعات تو ایک نہیں ہو جاتے۔ ایک عقل مند کی نظر کام پر ہونی چاہیئے نہ نام پر۔

س: کیا برقعی کو خالصی کا جانشین کہا جا سکتا ہے؟

ج: نہیں سوچ کا یہ انداز درست نہیں ہے۔ خالصی مرحوم عراق کے عالم تھے اور برقعی ایران کے ان کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی شاگردی و استادی کا رشتہ موجود ہے۔

س: کیا آپ برقعی سے متاثر ہیں جیسا کہ آپ نے برقعی کے حوالے اپنی کتاب میں درج کئے ہیں؟

ج: فاضل برقعی پہلے صراط مستقیم پہ قائم تھا اور ٹھوس نظریات کا حامل تھا مگر ثقہ شُنید کے مطابق اب ان کے بعض نظریات میں انحراف پیدا ہو گیا ہے لہذا اب میں ان کا ارادت مند نہیں ہوں۔ ان کی کتاب" عقل و دین " اور رسالہ "درس سے از ولایت" ان کی ثابت قدمی اور صحت اعتقادی کے دور کی کتابیں ہیں جن کے میں نے اصول الشریعہ میں حوالے دیئے ہیں۔

س: بار بار حوالہ خالصی ہی کا ہے ضریح کے طواف کے بارے میں اس کا نہ سہی اپنا اپنا ہی عقیدہ بیان کر دیں؟

ج :- طواف صرف کعبہ کا جائز ہے جو کہ عبادت ہے اور ایک طواف دو رکعت نماز کے برابر ہوتا ہے۔ لہذا باتفاق فقہاء امامیہ کعبہ کے سوا کسی چیز کا طواف جائز نہیں ہے

س :- قلمداران نے خالصی ہی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ضریح اقدس میں رقوم ڈالنا سونا وغیرہ ڈالنا بدعت ہے ؟

ج :- نذر صرف خدا کے لئے ہوتی ہے لبطور نیاز کچھ پیش کیا جا سکتا ہے ہاں اگر یہ یقین ہو کہ اسے حکومت جائز اکٹھا کرے جائے گی اور اسے غلط مصرف پر صرف کرے گی تو یہ بات اور ہے بہر حال ہر کام میں عقلائی پہلو پیش نظر رکھنا چاہیئے لہذا ضریح میں رقم ڈالنے کی بجائے (جو کہ حکومت کے کام آتی ہے) وہاں مشاہد مقدسہ کے غریب و نادار مومنین بالخصوص اہل علم و دین اور مدارس دینیہ پر صرف کرنی چاہیئے واللہ الموفق ۔

س :- کیا خالصی نے اپنے وصیت نامے میں ماتم میں تلوار زنی اور زنجیر زنی کو بدعت کہا ہے ۔ نیز آپ کا اپنا نظریہ کیا ہے ؟

ج :- خالصی مرحوم کے وصیت نامہ میں اس کے متعلق نفیاً یا اثباتاً کچھ بھی مذکور نہیں ہے البتہ میں نے تجلیات صداقت میں عزاداری سیدالشہداء کے سلسلہ میں گریہ وبکا اور نوحہ و ماتم کا جواز ناقابل رد دلائل سے ثابت کیا ہے ۔ البتہ تلوار و زنجیر زنی کے متعلق فقہاء عظام کی رائے کچھ اچھی نہیں ہے ۔

کردم اشارتے و مکرر نمی کنم

س :- کیا غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی جائز ہے ؟

ج :- غیر اللہ کو کسی قسم کا سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اس کی مکمل تفصیلات اور اس سلسلہ میں بعض شبہات اور ان کے جوابات دیکھنے کے لئے میری کتاب احسن الفوائد کی طرف رجوع کیا جائے ۔

س :- کیا انہدام و تاراجی مزارات معصومینؑ پر خالصی نے حکومت سعودیہ کے خلاف

کوئی احتجاج کیا تھا یا اسے پسند کیا تھا؟

ج :۔ خالصی مرحوم کی احیاء الشریعہ کی پہلی جلد میں اس پہ احتجاج موجود ہے اور مزارات مقدسہ پہ قبہ و ضریح کی تعمیر کا جواز ثابت کیا ہے اور انہدام مزارات مقدسہ پر سعودی حکومت اور اس کے وہابی نظریات کی مذمت بھی کی ہے اور رد بھی۔ اور یہ سعادت آقای خالصی مرحوم کو نصیب ہوئی ہے کہ انہوں نے احقاق حق کے ساتھ ساتھ ابطال باطل بالخصوص وہابیت کے بطلان پر بہت کام کیا ہے۔ شیخیوں کے پیر و مرشد شیخ احسائی جن کی معرفت اہل بیتؑ اور وہابیوں کی مخالفت کے بہت ڈھنڈورے پیٹے جاتے ہیں ان کی پوری تالیفات میں رد وہابیت کے متعلق کوئی کتاب یا رسالہ تو کجا کسی کتاب میں ایک سطر بھی نہیں ملتی۔

مرے کہنے سے کیا ہے آزمائے جس کا جی چاہے

س:۔ ان دنوں ایک نیا رسالہ "خالصیت نامہ" "منتظر آرگنائزیشن کی طرف سے شائع ہوا ہے جو مولانا محمد حسنین سابقی صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں شیخ محمد خالصی پر سخت اعتراضات کئے گئے ہیں اور آپ کے چیلنج کا جواب بھی دیا گیا ہے آپ نے انٹرویو میں کہا تھا کہ اگر کوئی آقائی خالصی موصوف کی کسی اپنی تحریر و تقریر سے مسلمات شیعہ کے خلاف کوئی عقیدہ ثابت کردے تو آپ اسے منہ مانگا انعام دینے کے لئے تیار ہیں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ اس رسالہ سے منتخب کرکے چند اعتراضات بغرض جواب پیش کروں؟

ج:۔ ہاں ضرور پیش کریں تاکہ اس کا پوسٹ مارٹم ہو جائے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف ہو جائے ویسے آپ کے اضافہ معلومات کی خاطر عرض کر دوں کہ یہ خرافات کا پلندہ میری نظر سے گزر چکا ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ میرا چیلنج آج بھی موجود ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے — یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

س:۔ اس رسالہ میں شیخ محمد خالصی کے اجتہاد کو چیلنج کیا گیا ہے۔ اور ان کے اجازۂ اجتہاد کو پیش کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

ج:۔ یہ ایک بالکل عامیانہ سا سوال ہے ورنہ اہل علم و فضل کسی شخص کے فقہی و اجتہادی کارناموں کو دیکھ کر اس کا اجتہاد معلوم کر لیتے ہیں بموجب

ع — آفتاب آمد دلیل آفتاب

آقائی موصوف کی علمی و اجتہادی کتابیں بالخصوص "احیاء الشریعہ اور الاسلام سبیل السعادۃ والسلام" ان کے اجتہاد مطلق کے زندہ ثبوت ہیں۔

ع — حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را

مجتہد تو کجا ایک پیش نماز کے لئے بھی اجازہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ صرف عوام کے اطمینان کے لئے ہوتا ہے ورنہ اگر کوئی گستاخ حضرت شیخ مفید۔ حضرت سید مرتضیٰ

علم الہدیٰ یا حضرت شیخ طوسی جیسے اساطین اجتہاد کے اجازہ ہائے اجتہاد کا مطالبہ کرے تو ان کے علمی و اجتہادی کتابوں کے سوا اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ

مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

علاوہ بریں چونکہ آقائی خالصی مرحوم کی اولاد یا اہلِ خاندان سے میری کوئی راہ ورسم نہیں ہے ورنہ ان سے رابطہ قائم کرکے ان کے ظاہری اجازے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں بہرکیف اس بودے ایراد سے اس نابغہ کے علم وفضل اور اجتہاد باسداد کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

س:۔ اس رسالہ میں یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ علم الرجال کی متعدد کتب موجود ہیں جن میں مجتہدین اور ان کے اجازات و تصنیفات کا تذکرہ ہے جیسے اعلام الشیعہ۔ اعیان الشیعہ۔ روضات الجنات فوائد رضویہ اور قصص العلماء وغیرہ تو ان میں شیخ محمد خالصی کا کیوں ذکر نہیں جبکہ آپ کے نزدیک وہ اپنے دور کے علمائے اعلام میں سے ہیں۔

ج:۔ یہ ایراد پہلے ایراد سے بھی زیادہ کمزور ہے کیونکہ ان کتابوں میں سے بعض تو وہ ہیں جو آقائی خالصی کی ولادت سے بھی پہلے لکھی گئی ہیں جیسے قصص العلماء۔ اور بعض وہ ہیں جو ان کی طفولیت کے دور میں لکھی گئی ہیں جیسے روضات الجنات اور بعض وہ ہیں جو ان کی طالب علمی کے دور میں لکھی گئیں جیسے فوائد رضویہ اور جو بعض ان کی بزرگی کے دور میں لکھی گئیں جیسے اعلام الشیعہ آقائی بزرگ طہرانی۔ انہوں نے اپنے معاصرین کے حالات لکھے ہی نہیں ہیں۔

س:۔ اگر خالصی میں کوئی برائی نہ تھی تو اس کے خلاف تو کتابیں کیوں لکھی گئیں دیگر علماء و مجتہدین کے خلاف کیوں کتب نہ لکھی گئیں اس کی وجہ کیا ہے۔

ج:۔ اس بودے اعتراض کو سنکر بے ساختہ یہ شعر پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔

ے ؏ اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

معترض کے اس اعتراض کے جواب میں بلا تشبیہہ اگر کوئی یہ کہدے کہ اللہ کے قرآن، نبی آخرالزمان اور ائمۂ اہل بیت علیہم السلام کے خلاف جیسیوں کتابیں لکھی گئیں۔ تو ان کا جرم کیا تھا؟ اور ان میں برائی کیا تھی؟ تو معترض کیا جواب دے گا؟

اہل علم جانتے ہیں کہ شیخیت تمام مراجع تقلید اور مجتہدین عظام کے نزدیک کفر و ضلالت ہے مگر شیخیوں کو خصوصیت کے ساتھ حضرت آقائی خالصی سے پرخاش اور عداوت یہ ہے کہ انہوں نے ان کے کفر کا فتویٰ دینے اور تقریر و تحریر کے ذریعہ سے ان کے مذہب کے بخیئے ادھیڑنے پر اکتفا نہیں کی بلکہ عملی طور پر بھی ان کو اس قدر زک پہنچائی کہ عراق کی وسیع و عریض زمین ان کے لئے قافیہ حیات تنگ ہوگیا اور وہ عراق کو چھوڑ کر کویت کو اپنا مرکز بنانے پر مجبور ہوگئے حتیٰ کہ انہوں نے اکابر شیخیہ کو زیارت کاظمین سے بزور بازو منع کیا اور اماموں کے روضۂ اقدس کو ان سے ملوث نہیں ہونے دیا اس لئے بموجب اذا اعجز الانسان طال لسانہ، اکابر شیخیہ نے اور ان کے زر خرید گماشتوں نے گالیوں پر زور دیا اور مرحوم کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعہ بہتان تراشی، الزام تراشی اور گالم گلوچ کا وہ طوفان بدتمیزی مچایا کہ انسانی شرافت کے ماتھے پر پسینہ آگیا اگر مرحوم کے خلاف قلم اٹھانے والے علماء و مجتہدین ہوتے تو کوئی بات بھی تھی مگر وہاں تو کوئی کلکاری ہے کوئی بجاوی ہے اور کوئی بغدادی کوئی نجار تو کوئی قصار۔ اور ان کی علمی قابلیت اور انسانی شرافت ان کی تالیفات کے ناموں سے ٹپک رہی ہے کسی کا نام ہے۔ "الاعور الدجال" اور کسی کا نام ہے "مسیلمۃ القرن العشرین" انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اور لطف یہ ہے کہ ہمارے برخوردار سابقی صاحب کتاب تو لکھنے بیٹھے ہیں خالصی مرحوم کے خلاف۔ اور ان کے خلاف لکھی جانے والی نام نہاد کتابیں تو پورے نو عدد ان کے پاس موجود ہیں (خالصیت نمبر صفحہ) اور ان کی اپنی کوئی ایک کتاب بھی ان کے پاس موجود نہیں جسے ہاں لے دے کے اگر ہے تو مرحوم کے مدرسہ سے جاری ہونے والا رسالہ

"مدینۃ العلم" کے چند شماروں کا ایک مجموعہ جب کہ انہوں نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۱ پر اس
بات کا اقرار کیا ہے۔

"سر دست میرے پاس خالصی کی دیگر کتب تو موجود نہیں ہیں میرے ہاتھ میں خالصی
کے مدرسہ سے نکلنے والا رسالہ "مدینۃ العلم" ہے اس کے متعدد شماروں پر مشتمل یہ ایک ضخیم
مجموعہ ہے" حالانکہ وہ رسالہ ایسا ہے کہ جس میں صرف سرکار خالصی کے ہی مضامین و رشحاتِ قلم یا
ان کے ہم نواؤں کے بیانات ہی شائع نہیں ہوتے بلکہ ان کے ذاتی مخالفین اور مخالفین مذہب
کی نگارشات بھی شائع ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس رسالہ کے صفحہ ۳۸ پر اس کی پالیسی ان لفظوں میں
بیان کی گئی ہے۔

"ان مجلتنا للمسلمین کافۃ لا تختص بطائفۃ ولکل مسلم ان یکتب
فیہا ما شاء وان کان مخالفاً لرأینا فنحن ننشرہ حرمۃ لرأی مرتاہ"

"یعنی ہمارا یہ رسالہ تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے کسی خاص فرقہ کے لئے مخصوص نہیں
اس لئے ہر مسلمان کو جو چاہے اس میں لکھنے کا حق ہے اگرچہ ہمارے نظریئے کے خلاف ہو۔ ہم
اس کی رائے کا احترام کرتے ہوئے ضرور اس کی تحریر کو شائع کر دیں گے"۔

اور عملی طور پر اس رسالہ کے تمام شمارے گواہ ہیں کہ ان میں یگانوں، بیگانوں، سنیوں
اور شیعوں سب کے مقالات و مضامین موجود ہیں۔ ان حقائق کی بناء پر آیا اس رسالہ کی کسی
تحریر یا کسی مقالہ یا مضمون کے مندرجات کی بناء پر آقای خالصی مرحوم کو مطعون کیا جا سکتا
ہے؟ کیا اسی کا نام انصاف ہے؟ اور کیا اسی کا نام دین اور اسی کا نام دیانت ہے؟ اور اگر
ایسا ہے تو پھر ع **فلیبک علی الاسلام من کان باکیا**"

س: خالصی نے اپنے رسالہ مدینۃ العلم کے صفحہ ۲۶ پر لکھا ہے: "وامیر المومنین سلام اللہ
علیہ لیس شیعیاً ولا سنیاً وانما ھو العنوان الکامل للمسلمین" یعنی امیر المومنین
علی نہ سنی تھے اور نہ شیعہ۔ وہ تو تمام مسلمانوں کے لئے ایک کامل عنوان تھے (خالصیت نامہ ص ۱۸)

اس کی وضاحت کریں۔

ج:۔ اس کے متعلق پہلی گذارش تو یہ ہے کہ جیسا کہ ابھی اوپر اس رسالہ کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔ اس میں صرف آقائی خالصی مرحوم کی ہی نگارشات شائع نہیں ہوئیں تھیں بلکہ دوسرے قلمکاروں کے مضامین بھی برابر شائع ہوتے تھے چنانچہ محولا بالا عبارت بھی جناب موصوف کی نہیں بلکہ یہ مجلّہ کے مدیر اعلیٰ ہادی دفتر کے کلمۃ التحریر (اداریہ) کی ہے جو رسالہ کے صلا سے صلا تک پھیلا ہوا ہے اور جناب امیر علیہ السلام کے فضائل و مناقب سے چھلک رہا ہے جس کا عنوان ہے۔

"شہادۃ افضل خلق اللہ بعد رسول فی افضل الازمنہ واقدس الامکنۃ (ماہ رمضان کے شمارے کی مناسبت سے اس میں جناب امیرؑ کی شہادت بیان کی گئی ہے) اور دوسری گذارش یہ ہے کہ یہ اعتراض "کلمۃ حق یراد بہا الباطل" کا مصداق ہے اس عبارت کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہے جو معترض نے سمجھا ہے بلکہ مضمون نگار یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام صرف شیعوں کے پیشوا یا فقط سنیوں کے رہنما نہیں ہیں بلکہ وہ تمام امت مسلمہ (بلکہ تمام عالم انسانیت) کا مشترکہ سرمایہ ہیں کیونکہ وہ ولی ہیں تو رب العالمین کے ولی ہیں تو رحمۃ للعالمین کے۔ اس لئے وہ خود بھی ہدیٰ للعالمین ہیں۔ اس مفہوم کی صحت کا زندہ ثبوت مضمون کی وہ عبارت ہے جو بلا فاصلہ مذکورہ بالا عبارت کے بعد موجود ہے۔ "فیحق للمسلمین جمیعاً ان یستنیروا بمصابیح دیستصبحوا بمصابحہ" لہٰذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ آنجنابؑ کے چراغ رشد و ہدایت سے روشنی حاصل کریں۔ اس وضاحت کی روشنی میں ارباب عقل و انصاف بتائیں کہ یہ جناب امیرؑ کی فضیلت ہے یا رذیلت؟ مگر اس کا کیا علاج کہ "ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است"

س:۔ خالصی نے ۱۳ رجب سنہ ۱۳۷۰ھ میں ایک سکول میں تقریر کرتے ہوئے کہا "الا لعنۃ اللہ علی الشیعہ الا لعنۃ اللہ علی السنۃ انا لا شیعی

ولا سنی" یعنی آگاہ رہو شیعوں پر بھی اللہ کی لعنت اور سنیوں پر بھی اللہ کی لعنت میں نہ شیعہ ہوں اور نہ سنی (الشہادۃ الثالثہ جاسم کلکاری) جب وہ اسلام کے دونوں فرقوں کو ملعون قرار دے رہے ہیں تو وہ خود کیا ہیں (خالصیت نامہ ص۱۸)

ج ۱۔ ڈوگر صاحب ع یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

اور ایک ضرب المثل ہے کہ ع

کلام العدیٰ ضربٌ من الھذیان"

یہی وجہ ہے کہ معترض کو بھی حوالہ کے لئے جاسم کلکاری جیسے دشمن خالصی کے رسالہ کا سہارا لینا پڑا ہے جو بیت العنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے (وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت) میں اس کلام کو آقای خالصی مرحوم کا کلام تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں اگر ان جدید محققین میں جرأت وہمت ہے تو مرحوم کی کسی اپنی کتاب یا تحریر سے ثابت کریں اور اگر صبح قیامت کے طلوع ہونے تک ایسا نہیں کر سکتے تو ایک بے وارث مظلوم عالم دین پہ الزام تراشی کر کے اپنی عاقبت تباہ نہ کریں۔ وما علینا الا البلاغ۔

س ۲:۔ خالصی نے کھل کر نجدی سلفی وہابیوں کی وکالت کی ہے اور ان کو صحیح العقیدہ مومن کیا ہے چنانچہ اسی رسالہ مدینۃ العلم ص۳۹ میں خالصی کا شاگرد رئیس التحریر محمد ہادی دفتر لکھتا ہے کہ "ان رأینا فی سلفیین حسن جداً ...... یعنی ہماری رائے سلفیون کے بارے میں بہت اچھی ہے ...... سلفیون کا ائمہ بقیع کے مزارات کو منہدم کرانا ہمارے نزدیک ان کی خطاء اجتہادی ہے جو سنت کے خلاف ہے (خالصیت نامہ ص۱۹)

ج ۲:۔ بموجب "دروغ گو را حافظہ نباشد" اسے دروغ گو کے حافظہ کی کمزوری قرار دیا جائے یا ہاطل نواز کی علمی تہی دامنی کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت کا بھی احساس وخیال نہیں ہے وہ ثابت تو یہ کرنا چاہتے ہیں کہ آقائی خالصی مرحوم کے عقائد و نظریات شیعی

معتقدات و مسلّمات کے خلاف ہیں اور وہابیوں کے موافق (جو کبھی ثابت نہیں کر سکتے) مگر اس کا ثبوت ان کی تحریروں سے دینے کے بجائے ان کے کسی شاگرد دفتر صاحب کی تحریر دیتے ہیں ان کی بے مائگی اور بے چارگی کس قدر قابل رحم ہے! حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن کا واضح اعلان ہے کہ لا تزر وازرة وزر اخریٰ۔ کہ کسی کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا۔ بہر حال ان بھول بھلیوں سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اگر ہمت ہے تو خالصی مرحوم کی کسی اپنی تحریر سے ثابت کریں کہ انہوں نے نجدیوں کو اصطلاحی معنوں میں مومن اور ان کے ہدم قبور ائمہؑ کو درست قرار دیا ہو اگر ہادی صاحب نے آقای خالصی کا حوالہ دیا ہے تو ایک شخص کی خبر پہ اعتبار کر کے کسی نظریہ کی دیوار استوار نہیں کی جا سکتی۔ اگر سرکار آقای خالصی نجدیوں کو مومن سمجھتے اُن کی وکالت کرتے اور مزاراتِ مقدسہ کے انہدام کو صحیح جانتے تو اپنی دوسری کتابوں (جیسے احیاء الشریعہ ص۸۶ تا ص۸۹ کے علاوہ اسی رسالہ مدینۃ العلم میں جابجا اِن کے باطل نظریات پر سخت تنقید نہ کرتے۔ حالانکہ ان کا یہ رسالہ ان تنقیدوں سے چھلک رہا ہے بطور نمونہ اس کے درج ذیل صفحات دیکھے جا سکتے ہیں ص۱۱۴ سے لے کر ص۱۱۷ تک بذیل عنوان " رد شبہۃ الوھابین " (ساری بحث قابل دید ہے شاید کبھی لمحات فرصت میں ہم اس کا ترجمہ فائدہ و عبرت کے لئے ہدیۂ ناظرین کر سکیں۔ واللّٰہ الموفق) ص۱۱۲ بذیل عنوان " الامر اللّٰہ وحدہ " ص۳۱۹ بذیل عنوان " رفع شبہۃ الاستغاثہ بغیر اللّٰہ " اور ص۳۲۸، ۳۲۹ بذیل عنوان " السجود لآدم ورد شبہۃ متاخری السلفین " (مجلہ مدینۃ العلم) الی غیر ذلک من المقامات المتفرقہ جملہ معترضہ: آقای خالصی مرحوم جن کو مرکز شیخیت (کویت) کے زرخرید ایجنٹ وہابی دہابی کہتے ہیں اور ضال و مضل شیخ احسائی کی معرفت و محبت اہل بیتؑ اور وہابیت کی مخالفت کے گن گاتے ہوئے نہیں تھکتے۔ آیا وہ وظیفہ خوار بن کر انفرادی اور اجتماعی کوشش و کاوش سے احسائی کی تمام چھوٹی بڑی تالیفات سے کوئی ایک

رسالہ تو بجائے خود کسی کتاب کا ایک صفحہ بھی پیش کر سکتے ہیں جس میں انہوں نے وہابی نظریات کی کھل کر اس طرح رد کی ہو جس طرح آقای خالصی مرحوم نے کی ہے ؟

ان فی ھذا لعبرۃ لقوم یعقلون ۔ ھل منکم رجل رشیدا

علاوہ بریں جناب ہادی دفترلے بھی وحدت اسلامی کے جوش و جذبہ کے تحت جہاں سعودی عرب کی تعریف میں چند جملے لکھے ہیں وہاں فوراً مزارات مقدسہ کے انہدام پر اس کی مذمت بھی کی ہے اور تنقید بھی ۔ چنانچہ محولا بالا عبارت کے اندر لکھتے ہیں ۔

" علی انہ لا یعنی ذالک اننا نوافق علی کل ما یجری فی الحجاز فاننا ننتقد کل الانتقاد علی ھدم قبور ائمۃ البقیع وشہداء احد ونعتبرہ اجتہاداً خاطئاً مخالفاً للسنۃ "

یعنی اس تعریف کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حجاز میں جو کچھ ہو رہا ہے ہم اس کے موافق ہیں (نہیں ایسا نہیں ہے) ہم ائمہ بقیع اور شہداء احد کے مزارات مقدسہ کے گرانے پر سخت تنقید کرتے ہیں اور ان کے اس اقدام کو خلاف سنت غلط اجتہاد جانتے ہیں ۔

خالصیت نامہ کے مؤلف نے یہاں خیانت مجرمانہ کرتے ہوئے اپنی پیش کردہ عبارت میں سے درمیانی جملے حذف کر دیئے ہیں اور قطع و برید کر کے اپنی مطلب براری کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کیا ہے ۔

س : اس رسالہ کے صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے ۔

" لا یخفی ان عثمان رضی اللہ عنہ سمی ذوالنورین لتزوجہ بابنتی رسول اللہ وجمعہ القرآن وھو خلیفۃ بنص الشوری "

یعنی " مخفی نہ رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس لئے ذوالنورین کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت رسول خدا کی دو بیٹیوں سے شادی کی اور قرآن کو جمع کیا اور وہ نص

یہ واضح الفاظ ہیں کہ خالصی نے عثمان کی تعریف کی ہے اور اسے دامادِ رسولؐ تسلیم کیا ہے اس بارے میں آپ کیا کہنا پسند کریں گے؟

ج :- صدر صاحب !- سچ یہ ہے کہ کسی چیز کی حد سے زیادہ محبت اور حد سے زیادہ عداوت آدمی کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے اور اس کا تازہ اور زندہ ثبوت مولفِ رسالہ کی یہ کارستانی ہے جس میں انھوں نے خوفِ خدا، خوفِ حشر و نشر اور خوفِ ذلت و رسوائی سے بالاتر ہو کر اور دیانت و امانت اور شرم و حیا کے جملہ تقاضوں کو نظر انداز کرکے بے ہودہ اُنھونی بات آقای خالصی مرحوم کی طرف منسوب کر کے ان کو بدنام کرنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ میرے خیال میں اگر وہ دھوکہ دہی ابلہ فریبی اور بددیانتی کی اس نچلی سطح تک اپنے آپ کو نہ گرائیں تو بھی مرکز شیخیت (کویت) کا حق نمک ادا ہو جائے گا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جیسا کہ قبل ازیں اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ رسالہ مدینۃ العلم کے شمارہ نمبر ۲ کے صد ۱۴۱ پہ ایک ناصبی محمود ملاح اور ایک حنفی قادری سُنی عالم خلیفہ شیخ محمد سعید ا بیتواتی کا باہمی تحریری مناظرہ درج ہے۔ جس کا عنوان ہے ” مناظرۃ علمیۃ دینیۃ “ جو پورے آٹھ صفحات تک پھیلا ہوا ہے یعنی صد ۱۴۱ تا صد ۱۴۸ جو ” الملاح “ اور ” الخلیفۃ محمد “ کے نام سے سوال و جواب کی شکل میں موجود ہے۔ جو ۳ شعبان ۱۳۷۱ھ میں بمقام بغداد ہوا تھا تو خالصیت نامہ کے مولف نے جو عبارت آقای خالصی کی طرف منسوب کر کے ان پہ تنقید کی ہے وہ دراصل ” الخلیفۃ محمد “ کی ہے جو ان کے نام کے ساتھ رسالہ کے صد ۱۴۵ پہ مذکور ہے اور اس سارے واقعہ کی تفصیل مناظرہ کی ابتدائی کارروائی میں صد ۱۴۱ پہ بالتفصیل مذکور ہے۔

سابقی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ صرف ان ہی کے پاس رسالہ مدینۃ العلم کی فائل موجود ہے اور کسی کے پاس نہیں ہے؟ اور اگر ان کو خدا اور اس کی بارگاہ میں

حاضری کا کوئی خوف نہیں تو کیا خلق خدا کے سامنے اپنی ذلت و رسوائی کا کوئی احساس نہیں ہے کہ ان کے دجل و فریب اور دھوکہ دہی کا پردہ چاک ہو جانے کے بعد لوگ ان کے دین و دیانت کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔

کسی شخصیت یا کسی نظریہ کے بارے میں بحث و مباحثہ میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ شرافت و دیانت کی حدود کے اندر ہو اور جب ان حدود و قیود سے باہر ہو جائے تو وہ مکابرہ بن جاتا ہے اور مفید ہونے کی بجائے ہر لحاظ سے نقصان و زیاں کا باعث بن جاتا ہے۔

بہر نوع سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا سابقی صاحب اپنی معلومات اور اپنی تحقیقات پر اتراتے ہوئے خالصیت نامہ کے صفحہ۱۵ پر لکھتے ہیں۔" اردو زبان عوام تو بجائے خود خواص کو بھی بلکہ جناب ڈھکو کو بھی خالصی کے اوپر اس قدر عبور نہیں ہے جو مجھے حاصل ہے۔"

ے اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

س:۔ اس رسالے کے حوالے سے ایک سوال ہے کہ خالصی نے عمرؓ کو رسولؐ کا خسر اور علیؑ کا داماد قرار دے کر ان کی محبت کو فرض قرار دیا ہے اس کا کہنا ہے

" اما الشیعة ومن المعلوم ان عمر ختن النبی وصہر الوصی ۔۔۔ الخ۔۔"

یعنی شیعوں کو بخوبی معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ رسول اللہ کے خسر اور علیؑ کے داماد تھے (مدینة العلم صفحہ۱۳۳) اور پھر بغض عمر شیعوں کی علامت ٹھہرایا ہے اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔

ج:۔ اس ایراد میں بھی اسی بد دیانتی کا مظاہرہ کیا گیا ہے جس کا مظاہرہ اس سے پہلے ایرادات میں کیا گیا ہے یعنی یہ عبارت آقای خالصی مرحوم کی نہیں بلکہ ہادی دفتر

کی ہے جو ان کے ایک طویل مضمون سے لی گئی ہے جو مدینۃ العلم کے ص۴۹۹ سے لے کر ص۵۳۳ تک پھیلا ہوا ہے جس کا عنوان ہے " جدول شہر ذی الحجہ " جس میں ذی الحجہ کے شمارہ کی مناسبت سے اس مہینہ میں رونما ہونے والے تمام تاریخی واقعات از قسم حضرت علیؑ کا اعلان ولی عہدی (عید غدیر) عید مباہلہ وغیرہ کا تذکرہ کرنے کے بعد آخر اسلامی برادری کے دوسرے خلیفہ کی وفات کا ذکر بھی کیا ہے (جو اسی مہینہ میں واقع ہوئی تھی) اس سلسلہ کے مشہور دشمن اہل بیتؑ محب الدین الخطیب کے اس الزام کہ " شیعہ عمر کی موت پر جشن مناتے ہیں اس لیے وہ بغض صحابہ کی بناء پہ خارج از اسلام ہیں " کا جواب دیتے ہوئے ہادی دفتر نے لکھا کہ شیعہ شریف ہیں وہ کسی بھی دشمن کی موت پہ خوشی نہیں مناتے ا تو نبی کے خسر اور علیؑ کے داماد کی موت پہ کس طرح جشن منا سکتے ہیں ؟ جہاں تک حضرت عمر کے خسر نبی ہونے کا تعلق ہے وہ بے شک صحیح ہے ہاں البتہ ان کا داماد علیؑ ہونا میرے نزدیک بالکل بے بنیاد اور محض افسانہ ہے (تفصیل کے لیے تجلیات صداقت کا مطالعہ کیا جائے ۔) ہم جناب ہادی دفتر کے مضمون کے اس جزء سے اتفاق نہیں کرتے ۔

س :۔ خالصی نے عصمت معصومینؑ کا انکار کیا ہے انہوں نے کہیں امام کی عصمت کا ذکر نہیں کیا۔ یہ سوال بھی میں نے خالصیت نامہ ص۲۲ کے حوالے سے کیا ہے آپ اس سلسلے میں کیا جواب دیں گے ؟

ج :۔ سبحان اللہ ھذا بہتان عظیم - ایک نہیں بیسیوں مقامات پر آقائی خالصی نے ائمہ اہل بیت کی عصمت کا تذکرہ کیا ہے زیادہ دور نہ جائیں ۔ خود خالصیت نامہ کے مرتب نے اپنے اس رسالہ کے ساتھ خالصی مرحوم کے عربی وصیت نامہ کا فارسی ترجمہ مع اردو ترجمہ کے درج کیا ہے اس کے ص۲ پہ حمد باری کے بعد لکھتے ہیں " اور اللہ کی رحمت ہو سرورِ کونین اور اس کی طیب و طاہر آل پہ جو اللہ کے منتخب کردہ اور نیک و شرفاء کے ہادی برحق ہیں "

فرمائیے اصطلاحِ شریعت میں طیبؑ وطاہر کسے کہتے ہیں؟ کیا معصوم کو ہی طیب وطاہر نہیں کہا جاتا؟ اگر واضح الفاظ ہی لفظ عصمت وطہارت چاہیں تو ان کی کتاب احیار الشریعہ میں کئی مقامات پر موجود ہے مثلاً صـ۵۵ پر انبیاء وائمہ کے قبور مقدسہ کی زیارت کے نہ صرف جواز بلکہ استحباب کو ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "قد وردت الاحادیث عن اہل بیعت العصمۃ متواترۃ باستحباب زیارۃ النبی وبلیتہ المعصومین وتعظیم قبورہم" اس طرح صـ۵۸، ۵۹ پر یہ لکھا ہے کہ امامؑ کو سہو ونسیان نہیں ہوتا۔ "توجسے سہو ونسیان نہ ہو وہ معصوم کے سوا اور کون ہو سکتا ہے ان حقائق کے باوجود یہ کہنا کہ آقائے خالصی مرحوم ائمہ کو معصوم نہیں جانتے یہ کس قدر دیدہ دلیری ہے اور ظلم عظیم ہے جب ہی تو میں کہتا ہوں کہ آقائے خالصی مرحوم مظلوم شیعہ مجتہد ہیں۔

س:- عبد المنعم کاظمی نے اپنی کتاب "من کنت مولا . . . ." میں لکھا ہے کہ خالصی نے امام جعفر صادقؑ کو ایک تقریر میں ایک مجتہد قرار دیا۔ اور اس تقریر میں بہت سے علماء و زعماء موجود تھے۔ اور اس کتاب میں آیت اللہ خوئی کی تقریظ موجود ہے اور رسالہ مدینۃ العلم کے مدیر ہادی دفتر کی بھی تقریظ موجود ہے اب اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

ج:- اس انٹرویو میں پہلے اس اعتراض کا اور جناب ابوالفضل عباس اور خالد بن ولید کے ایمان کے برابر ہونے (العیاذ باللہ) والے ایراد کا جواب دیا جا چکا ہے کہ عبد المنعم کاظمی باقرار خود شیخی ہے اور کسی حمادی بغدادی کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے بار بار ہم اس حقیقت کا اظہار کر چکے ہیں کہ مخالفین میں اگر جرأت و ہمت ہے تو آقائے خالصی مرحوم کی اپنی تحریر سے اس قسم کی کوئی بات ثابت کریں اور منہ مانگا انعام حاصل کریں۔

ورنہ ان بے بنیاد باتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مگر یہ دین و دیانت کے دکاندار اور حزم و حیا کے مخالف پوری بے حیائی اور مکمل ڈھٹائی سے اپنی شیخیوں اور زرخرید قلمکاروں کی تحریروں کا سہارا لیتے ہیں کہ فلاں بغدادی نے یہ لکھا ہے اور فلاں حمادی نے یہ کہا ہے فلاں کلمکاری نے یہ گلکاری کی ہے اور فلاں نے یہ ! سرکار آقائی خوئی مدظلہ نے اس کتاب (جس کی ۱۳-۱۴ جلدیں ہیں) کی کسی جلد پر اگر چند سطریں پڑھ کر چند تقریظی جملے لکھ دیئے ہیں تو اس سے اس کتاب کے تمام مندرجات کی توثیق تو نہیں ہو سکتی ؟ اگر بقول عبد المنعم کاظمی اس بزم میں بہت سے علماء و زعما اور خطبا موجود تھے جن کے نام بھی لئے گئے ہیں۔ اور انہوں نے اس بات کا برا بھی منایا تھا تو پھر انہوں نے بذریعہ تقریر اس بات کا اظہار کیوں نہ کیا ؟ ان کو کیوں سانپ سونگھ گیا ؟ اور صرف کاظمی صاحب کے پیٹ میں ہی کیوں مروڑ پیدا ہوا ؟

س: حوالہ پھر خالصیت نامہ ہی کا ہے۔ کیا خالصی کے مدرسہ میں امریکی دانشوروں کی آمد و رفت رہتی تھی ؟ وہ ان کی دعوت پر گئے۔ اس آمد و رفت کا مقصد آپ کے نزدیک کیا تھا ؟ کیا امریکیوں کے ساتھ پس پردہ کوئی سازباز تو نہ تھی ؟

ج: امریکی دانشور صرف خالصی کے مدینۃ العلم کرتے تھے ہی کا طواف نہیں بلکہ جامع الازہر (مصر) اور شیعیان جہان کے علمی مرکز نجف اشرف کا بھی طواف کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اور آتے ہیں۔ کیونکہ

ہر جا کہ بود چشمۂ شیریں

مردم و مور و ملخ ہمہ گرد آیند

خالصی مرحوم کا یہ سیاسی نظریہ تھا کہ باوجود کہ یہود و نصاریٰ میں بعد المشرقین ہے مگر اسرائیل کے یہودی امریکہ کے عیسائی حکمرانوں کو مسخر کر کے عالم اسلام کے لئے ناسور بن سکتے ہیں تو پھر مسلمان حکمت عمل سے ان کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر کے یہودیوں کے طلسم کو کیوں نہیں توڑ سکتے۔ مرحوم کا سیاسی موقف غلط ہو سکتا ہے۔ اس سے اختلاف

کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس سے ان کو امریکہ کا ایجنٹ کس منطق کے تحت قرار دیا جا سکتا ہے؟

ج :- اتنی سی بات تھی جسے اضافہ کر دیا

یہ مطلب ان کے اس کلام سے واضح ہے جو ان کے رسالہ مدینۃ العلم کے اندر مذکور ہے جس کا عکس خالصیت نامہ کے صفحہ ۵۲ پہ ہے اور کانفرنس، جو مسلمانوں کے اشتراک عمل سے کمیونسٹوں کے خلاف بلائی گئی تاکہ ان کو مخالفین کے اجتماع میں حقائق اسلام اجاگر کرنے کا موقع مل جائے۔

س :- رسالہ خالصیت نامہ کے صفحہ ۵۶ کے حوالے سے سوال ہے کہ اس سیمینار میں علماء شیعہ میں سے صرف خالصی ہی کو کیوں مدعو کیا گیا؟ اس کی وجہ کیا ہے؟

ج :- یہ کذب صریح ہے کم از کم دو مزید شیعہ علماء و دانشوروں کا تذکرہ تو اسی مجلہ مدینۃ العلم کے اندر موجود ہے ایک علامہ شیخ علی کاشف الغطاء (جن کی تصویر صفحہ ۲۸۴ پہ آقائے خالصی کے ساتھ موجود ہے) اور تقریر صفحہ ۲۱۴ پہ مذکور ہے اور اس میں انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ نجف اشرف کے علماء اعلام سے مشورہ کر کے اور ان کی اجازت سے اس سیمینار میں شریک ہوئے ہیں۔ اور دوسرے ڈاکٹر رضا زادہ شفق استاذ فلسفہ طہران یونیورسٹی (جن کا تذکرہ صفحہ ۲۵۹ پہ موجود ہے۔

وانما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون

س :- اسی خالصیت نامہ کے صفحہ ۱۲ پہ ایک اعتراض ہے جو میرے اپنے ذہن میں بھی ایک سوال کی حیثیت رکھتا ہے کہ اگر خالصی کی کتب میں شیعہ مسلمہ عقائد کے خلاف کوئی بات نہیں تو آپ اس کی کسی کتاب کا اردو میں ترجمہ کیوں نہیں کر دیتے۔

ج :- اس نیک کام کے انجام دینے سے صرف دو چیزیں مانع ہیں اور کوئی نہیں۔ ایک

ایک عدیم الفرصتی اور دوسری اپنی بے مائیگی۔ میری کئی کتابیں محض اشاعت کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی ہیں یہ اعتراض کرنے والے سمجھتے ہیں وہ نوشیخت کی تائید میں چند ورقے لکھ کر چھاپ دیں تو ان کو لاکھوں روپے مل جاتے ہیں اور ہم جب اس مظلوم کی تائید میں قلم کو جنبش دیں تو صرف گالیاں ملتی ہیں۔ بہرحال اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی تو کسی وقت کی اس خواہش کی تکمیل ہو جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ

س: اسی رسالہ کے صفحہ ۲۷ پہ لکھا ہے کہ خالصی کے نزدیک عزاداری حرام ہے آپ کیا کہنا پسند کریں گے۔

ج: اس مرحوم پہ سراسر تہمت ہے۔ مرحوم دوسرے علماء شیعہ کی طرح صحیح عزاداری کو دین حق کی نشر و اشاعت اور اس کی بقاء سمجھتے تھے۔

زیادہ دور نہ جائیے اسی مجلہ مدینۃ العلم کے صفحہ ۹۸،۹۹ پہ آقائی خالصی مرحوم کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ درج ہے جس کا سرنامہ یہ ہے

ویدعو الی تعظیم شعائر الاسلامیۃ وشیئۃ و بذکرھا وبحث العزی ومجالس التابین لا تمۃ الھدیٰ من الی بیت النبوۃ وزیارۃ مرا قدھم المقدستۃ از فی ذالک تشید الدین الاسلامی واحیا کاثر القراء ودحض الادینیۃ وامانتہ معنویتہ

آپ نے اس خطبہ میں اسلامی شعائر کی تعظیم وتکریم کا تذکرہ کیا اور مجالسِ عزا قائم کرنے کی رغبت دلائی اور ان کے مشاہد مقدسہ کی زیارت کرنے پہ لوگوں کو آمادہ کیا کیونکہ اِن باتوں سے دِین اسلام کو استحکام حاصل ہوتا ہے اور اِس کے آثار کو زندگی ملتی ہے اور لادینوں کے باطل خیالات کا ابطال ہوتا ہے۔" اس سلسلہ میں آگے چل کر فرمایا۔

وَمَا تلک المجالس الامحافل دینیۃ کبریٰ ومدارس سیارۃ لتعلیم المسلمین الثبات علی العقیدۃ والتضحیۃ فی سبیل الدین وتعمل علیٰ نشر الاصلاح والارشاد وبث احکام الشریعۃ والی غیر ذالک من احیاء مآثر الاسلام

ان اھم اثر کان ولا یزال عاملاً علی تشید الدین ھو ذکر السبط الشھید الحسین حیث المنعقدہ المجالس التابنۃ فی ذاکثرانحا المعمورۃ فی ایران

"دین اسلام کے استحکام کا سب سے بڑا سبب نواسۂ رسول حضرت امام حسین کا ذکر ہے۔ چنانچہ ربع مسکون کے اکثر حصوں میں مجالس عزا منعقد ہوتی ہیں۔ یہ مجالس کیا ہیں یہ ربی محافل ہیں۔ اور چلتے پھرتے دینی مدرسے۔ ان میں مسلمانوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ دین پر ثابت قدم رہنے اور دین کے لئے قربانی پیش کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور یہ مجالس اصلاح و ہدایت اور شرعی احکام کی نشر و اشاعت میں مددگار ہوتی ہیں اور دوسرے کئی اسلامی شعائر کے زندہ کرنے کا باعث (مدینۃ العلم صہ ۹۸)

کیا جو شخص مجالس عزا کی اس قدر تعریف و توصیف کرے اور ان کے اس قدر فوائد و عوائد بیان کرے اسے عزاداری کا دشمن قرار دینا صریح ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ ہاں وہ ان کا بیٹہ ور تاجران خون حسینؑ کے خلاف تھے جو قوم کی جیبوں پر ہاتھ صاف کرتے ہیں فضائل و مصائب میں غلط روایات پڑھ کر ان کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ (مجلہ مدینۃ العلم صہ ۹۲) اس لئے شیخیوں کے علاوہ عراق کے تاجران خون حسینؑ بھی مرحوم کے جانی دشمن بن گئے تھے کیونکہ آقائی خالصی مرحوم کی تقریر و تحریر سے ان کی مارکیٹ متاثر ہوتی تھی۔ اور ان لوگوں کو ہر چیز پر اپنا ذاتی و دنیوی مفاد مقدم ہے۔ اور یہی حال یہاں کے شیخیوں اور تاجران خون حسینؑ کا ہے جو اہل علم شرعی ذمہ داری اور وظیفہ دینی سمجھ کر ان کی غلط روش و رفتار پر ان کو ٹوک دے و پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس کے متعلق ہر ہونی اور انہونی بات کہہ گزرتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود علماء کرام اپنا شرعی فریضہ ادا کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے انشاء اللہ۔

س: رسالہ خالصیت نامہ کے حوالہ ہی سے ایک اور سوال ہے کہ صہ ۴۹ سے صہ ۵۰ تک پاکستان کے بہت سے علماء کے نام درج ہیں جنہوں نے خالصی کو مذہب شیعہ سے خارج قرار دیا ہے جن میں آپ کا نام بھی درج ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟

ج: ڈوگر صاحب! مرتب رسالہ کی اس کارستانی سے معلم الملکوت کی روح بھی شرما گئی ہوگی۔ حاشا وکلا ان علماء کرام میں سے کسی نے آقائی خالصی مرحوم کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں لکھا بات دراصل صرف اس قدر ہے کہ سندھ کے کسی صاحب نے حقیقی یا فرضی نام سے ان علماء کرام سے استفسار کیا کہ اگر کوئی شخص حجاز کی موجودہ وہابی حکومت کو مومن سمجھے اور شیخین کو ایسا مومن کامل سمجھے کہ ان کے ایمان میں شک کرنے والے کو کافر قرار دے تو کیا ایسا شخص شیعہ ہو سکتا ہے؟ تو جواب میں سب نے لکھا (اور میں نے بھی لکھا)

کہ نہیں ایسا عقیدہ رکھنے والا شیعہ کہلانے کا روادار نہیں ہے۔ سوال میں کسی شخص کا نام تھا نہ جواب میں۔ مگر مرتب رسالہ نے جھٹ اپنے زعم باطل کی بناء پر اسے آقائی خالصی پر منطبق کر دیا۔ مگر ہم اوراق سابقہ میں ان غلط نسبتوں اور تہمتوں کا ابطال و ازالہ کر چکے ہیں۔ تو بعد ازاں اس چالاکی کا خود بخود پردہ چاک ہو جاتا ہے مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے

س: میرے خیال میں مزیدی اعتراضات جو میں اپنے ذہن کے مطابق اس رسالے سے بنا سکا تھا وہ میں نے کر دیئے ہیں اگر مزید ضرورت ہوئی تو کیا آپ اسی طرح وقت دیں گے؟

ج: شکریہ میں خود آپ کا سپاس گزار ہوں کہ آپ نے مجھے حقائق کے اظہار کا موقع دیا۔

س:۔ کیا آپ قرآن پاک مہیا کر سکتے ہیں ؟

ج:۔ جی ہاں! وہ سامنے رکھا ہوا ہے ۔

س:۔ آپ ایک عالم دین ہیں یہ قرآن پاک ہے کیا آپ اس پر ہاتھ رکھ کر حلفیہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی مُلکی یا ملکی ادارے ۔ پارٹی یا شخص کے ایجنٹ نہیں اور کسی سے بطور امداد کچھ وصول نہیں کرتے ۔

ج:۔ اس وقت جب کہ میں یہ انٹرویو ٹیپ کرا رہا ہوں میں حلفیہ بیان دیتا ہوں کہ میں نے آج تک کہیں سے کوئی ملکی یا غیر مُلکی امداد نہیں لی ۔ اوروں کا کیا ذکر حتیٰ کہ ایران جو کہ ہمارا